خطبات مسجد نبوی کی روشنی میں 3

ارکان ایمان

مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ

تالیف
ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم
امام وخطیب مسجد نبوی شریف

باللغة الأردية

ارکانِ ایمان

مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ

تالیف

ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم

امام وخطیب، مسجد نبوی شریف

ارکانِ ایمان

مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ

عبدالمحسن القاسم، ۱۴۴۴ھ

فہرست شاہ فہد قومی لائبریری، دوران اشاعت

القاسم، عبدالمحسن بن محمد

ارکان ایمان مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ (أرکان الإیمان
من خطب المسجد النبوی)۔/عبدالمحسن بن محمد القاسم-ط۱..-

مدینہ منورہ، ۱۴۴۴ھ

۲۱۵ص؛.. سینٹی میٹر

ISBN: 978-603-04-2621-8

۱-خطبہ جمعہ ۲-دینی خطبات أ-عنوان

DDC: 213 ۱۴۴۴/۱۰۲۷

DEPOSIT NUMBER: 1027/1444

کتاب لوڈ کرنے کے لیے بار کوڈ اسکین کریں

a-alqasim.com

ارکانِ ایمان

مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ

تالیف

ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم

امام وخطیب، مسجد نبوی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، درود و سلام نازل ہو ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

ایمان کے چھ ارکان ہیں، ایک انسان ان تمام ارکان پر ایمان لائے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا، اگر ان میں سے ایک بھی رکن کا انکار کر دے تو وہ ملت سے خارج ہو جائے گا۔

ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ: دل سے اقرار کیا جائے، زبان سے ادا کیا جائے، اعضاء وجوارح سے عمل کیا جائے اور ایمان اطاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے۔

ایمان میں یہ داخل ہے کہ تمام اوامر - واجبات ومستحبات - پر عمل کیا جائے اور تمام منہیات - مکروہات ومحرمات - سے اجتناب کیا جائے۔

ارکانِ ایمان کی اہمیت کے پیش نظر میں نے مسجد نبوی میں ہر ایک رکن پر خطبہ دیا، پھر انہیں الگ کر کے کتابی شکل میں مرتب کر دیا ہے، ان خطبات کی تعداد (17) ہے اور اس کتاب کا نام رکھا ہے: «أركان الإيمان؛ من خطب المسجد النبوي» (**ارکانِ ایمان؛** مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ)۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے مفید بنائے اور اپنی بزرگ وبرتر ذات کے لیے خالص کر لے۔

ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کا درود وسلام نازل ہو۔

ڈاکٹر عبد المحسن بن محمد القاسم
امام وخطیب مسجد نبوی شریف

اللہ پر ایمان لانے کا بیان

اپنے رب کی معرفت (1)

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ آپ پر اور آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر بے شمار درود وسلام نازل فرمائے۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے، کیوں کہ ہدایت کی پیروی میں نعمتیں اور ہوا پرستی میں شقاوتیں پنہاں ہیں۔

اے مسلمانو!

اللہ نے مخلوق کو اپنی اطاعت وبندگی کے لیے پیدا کیا ہے، اور کمالِ سعادت اللہ کی معرفت اور اس پر ایمان لانے میں پوشیدہ ہے، انسان پر جس چیز کی معرفت سب سے پہلے واجب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرے، بندہ سے قبر میں سب سے پہلے اسی کے بارے پوچھا جائے گا، اسی اللہ نے مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا، ان پر نعمتوں کی برکھا برسائی اور ان کے رزق کی ضمانت لی:

﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلۡأَرۡضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزۡقُهَا﴾

(اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے)۔ [سورۃ ہود: ٦]

ساری مخلوقات کو عدم سے وجود بخشا:

(1) یہ خطبہ جمعہ کے دن ماہ صفر کی 15 تاریخ، سنہ 1426 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾

(بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا)۔[سورۃ الإنسان:۱]

وہ رب تن تنہا تخلیق، رزق اور تدبیر کا مالک ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾

(اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا، اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہان کا رب ہے)۔[الأعراف:۵۴]

وہ وحدانیت میں منفرد ہے، وہ عظمت وسطوت سے متصف ہے، تمام معاملات کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ زور آور اور نہایت مضبوط ہے، وہ اپنے بندوں پر غالب ہے، اور وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کی جائے:

﴿إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾

(اگر تم انکار کرو تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرتا ہے)۔[سورۃ الزمر:۷]

اس نے ہر مخلوق کے اندر ایسی نشانی رکھ دی ہے جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے تاکہ دل کے اندر اپنے پروردگار کی وابستگی اور تعلق بڑھے، (دن ورات کی گردش) دو ایسی نشانیاں ہیں جو پے درپے آتی ہیں اور ہمیں اللہ کی وحدانیت کی یاد دلاتی ہیں، رات تاریکی لاتی ہے اور دن اجالا لاتا ہے، دونوں ایک دوسرے کے پیچھے رواں دواں ہیں:

﴿يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا﴾

(رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا ہوا آتا ہے)۔[الأعراف:۵۴]

سورج اور چاند ایک باریک راستے پر سرگرداں ہیں، جس سے اصحابِ عقل وخرد حیران ہیں، یہ طلوع ہوتا ہے اور وہ ڈوبتا ہے، (اپنے نظام سے ذرا بھی) آگے اور پیچھے ہوئے بغیر دونوں ایک منظم رفتار

سے چل رہے ہیں:

﴿لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾

(نہ سورج کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے، اور ان میں سے ہر ایک اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں)۔[سورۃ یس:۴۰]

یہ زمین جو ہمیں اٹھائی ہوئی ہے، یہ آسمان جو ہم پر سایہ فگن ہے، ان میں سے کسی سے بھی ہم بے نیاز نہیں رہ سکتے، یہ ایک بے نظیر خالق کی پختہ تخلیق اور تدبیر ہے:

﴿هَٰذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ﴾

(یہ ہے اللہ کی مخلوق اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی کوئی مخلوق تو دکھاؤ)۔[سورۃ لقمان:۱۱]

اور مسلمان کے لیے یہ باعث فخر ہے کہ وہ اس عظیم کائنات کے مدبر کا غلام ہے:

﴿قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

(کہہ دو کہ میرے رب نے مجھے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے)۔[سورۃ الأنعام:۱۶۱]

وہ اسی کائنات کے رب کی عبادت کرتا ہے، اور عبادت کی کسی بھی قسم کو غیر اللہ کے لیے انجام نہیں دیتا، وہ مصیبتوں میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہے، اور خلوت و جلوت میں صرف اُسی سے ڈرتا ہے:

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾

(اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی دور کرنے والا نہیں)۔[سورۃ الأنعام:۱۷]

نہ وہ کسی مردہ کے نقصان سے ڈرتا ہے اور نہ ہی اس سے بھلائی کی امید رکھتا ہے۔

صرف ایک اللہ کا خوف ہی عقل مندی، دل کی بے خوفی اور روح کے اطمینان کا باعث ہے، جو اپنے رب سے ڈرتا ہے اسے کوئی نہیں ڈرا سکتا، بلکہ وہ پر ہمت اور ثابت قدم رہتا ہے، اور وہ دل کتنا بہتر ہے جو اللہ کے سوا کسی اور سے راحت محسوس نہیں کرتا:

﴿فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾

(تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو)۔[سورۃ آل عمران:۱۷۵]

ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جس دل سے خوف نکل جاتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے"۔

وہی بندہ سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتا ہے جو اس سے سب سے زیادہ خوف کھاتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **"میں تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں"** (متفق علیہ)۔ خوف ایمان کے لوازم اور تقاضوں میں سے ہے، جو شخص صرف اپنے رب سے ڈرتا ہے اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے، اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ﴾

(اور اس کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے دو باغ ہوں گے)۔[سورۃ الرحمن: ۴۶]

اہل علم کہتے ہیں: "اللہ بندہ کو دو خوف میں مبتلا نہیں کرتا؛ جو شخص دنیا میں اللہ سے ڈرے گا وہ آخرت میں اسے بے خوف کر دے گا، اور جو اس دنیا میں اللہ سے بے خوف رہے گا اللہ اسے آخرت میں خوف میں مبتلا کرے گا"، اس لیے اپنے رب کی نگرانی کا خیال ہمیشہ دل میں زندہ رکھو اور اپنے خالق سے ڈرتے رہو تاکہ اللہ کے نزدیک سب سے خوش بخت مخلوق بن جاؤ۔

کسی پسندیدہ چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے نجات پانے کی امید غیر اللہ سے نہ رکھو؛ جیسے: بیماری کا خاتمہ، یا بیماری کا علاج، یا رزق کی طلب، یا تندرستی کا حصول، غیر اللہ کو چھوڑ کر صرف اللہ کے ساتھ اپنی امیدیں قائم رکھو؛ کیوں کہ مخلوق پیدائشی طور پر کمزور ہے، وہ اپنے آپ کو فائدہ پہنچانے اور اپنے آپ سے نقصان کو دور کرنے سے عاجز ہے؛ وہ دوسروں کے لیے یہ کام کرنے سے اور بھی زیادہ عاجز ہے، جس نے بھی کسی مخلوق سے امید باندھی اسے مایوسی ہی ہاتھ لگی ہے، اپنی امید و خواہش غیر اللہ سے قائم نہ رکھو، کیوں کہ اس سے آپ کو سوائے نامرادی اور مانگنے کی ذلت کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، اللہ کے فضل و کرم، عنایت و نوازش اور بے شمار احسان کی امید رکھو، اللہ کے فضل و کرم کی امید رکھنا عبادت ہے، اور اللہ کے

لیے انکساری اختیار کرنے میں عزتِ نفس، بلندیِ درجات اور حصولِ مقصد کے راز پوشیدہ ہیں۔

انسان کو قلبی سکون اس وقت ملتا ہے جب وہ اپنا معاملہ اپنے خالق کے حوالہ کر دیتا ہے، اور خالق سے اس کا تعلق ور شتہ تب بڑھتا ہے وہ یاد کرتا ہے کہ اللہ رب العالمین اس کے احوال سے واقف ہے، اس پر مہربان ہے اور اس کی مصیبتیں دور کرنے پر قادر ہے، ایسی مخلوق سے تعلق کیوں قائم کیا جائے جو نقصان دور کرنے سے عاجز اور نوازنے سے لاچار ہے؟! حالانکہ تیرا رب ہی تیرے تمام معاملات کے لیے کافی ہے، اگر تم اپنی حاجتیں اس کے سامنے پیش کرو اور اپنے معاملات اس کے سپرد کر دو تو وہی انہیں پورا کرنے والا ہے:

﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ﴾

(جو اللہ پر بھروسہ کرے گا وہ اس کے لیے کافی ہو گا)۔[سورۃ الطلاق:٣]

خوش نصیب وہ ہے جو اللہ کی رحمت کا طالب ہو، اس کے عذاب سے خائف ہو، مطیع و فرمانبردار اور اپنے مولی کی عبادت میں عاجزی وانکساری کرنے والا ہو، یہ اعلی اوصاف انبیاء کے گھرانے کی پہچان ہیں؛ اللہ پاک نے زکریا علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا۟ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْخَيْرَٰتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا۟ لَنَا خَٰشِعِينَ﴾

(بے شک یہ لوگ نیک کاموں میں دوڑ پڑتے تھے اور ہمیں امید اور ڈر سے پکارا کرتے تھے، اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے)۔[سورۃ الأنبیاء:٩٠]

تمام رسول اللہ کے فضل و کرم کی طلب میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے والے تھے، اللہ پاک نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا:

﴿وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَٱرْغَب﴾

(اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا)۔[سورۃ الشرح:٨]

اللہ کے تئیں بندہ کی رغبت و طلب اس کے گناہوں کے بقدر کم ہوتی ہے اور اس کا ایمان جب بڑھتا

ہے تو اس میں بھی اضافہ ہوتا ہے، ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: "جب اللہ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اسے یہ توفیق دیتا ہے کہ وہ اللہ کے خوف ورجا میں اپنی ساری طاقت لگادے اور تمام تر کوششیں صرف کردے، یہ خوف ورجا توفیق (کامیابی) کی دو کنجیاں ہیں، اور جس قدر دل میں خوف ورجا ہوگا، اسی قدر توفیق (کامیابی) ملے گی۔"۔

مخلوق سے ڈرنا ذلت ورسوائی کا باعث ہے، جو اپنے خالق سے ڈرتا ہے وہ عزتِ نفس کے ساتھ جیتا ہے، اپنی زندگی میں خوش رہتا ہے اور اللہ اس کی بصیرت کو روشن کردیتا ہے، اس کے نتیجے میں وہ وعظ ونصیحت قبول کرتا ہے، اللہ پاک نے فرمایا:

﴿سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ﴾

(عنقریب نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے)۔[سورۃ الأعلی:١٠]

وہ وعظ وعبرت سے نصیحت پکڑتا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰٓ﴾

(بے شک اس میں اس کے لیے عبرت ہے جو ڈرتا ہے)۔[سورۃ النازعات:٢٦]

اللہ کی کتاب اس کے لیے باعثِ سعادت ونصیحت ثابت ہوتی ہے:

﴿مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ * إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ﴾

(ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم تکلیف اٹھاؤ۔ بلکہ اس شخص کے لیے نصیحت ہے جو ڈرتا ہے)۔[سوۃر طہ:٢-٣]

یہ خوف اللہ کی مغفرت اور اس کے اجر عظیم کا باعث ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِٱلْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾

(بے شک جو لوگ اپنے رب سے بِن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے)۔[سورۃ الملک:١٢]

اس لیے اپنے رب کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو، اس کے مکر اور عذاب سے بے فکر نہ ہو جاؤ، اور

رزق کے بند ہونے، یا صحت یابی میں تاخیر ہونے یا مصیبت کے نازل ہونے پر اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو، اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

(تم ان سے نہ ڈرو اور ہم سے ڈرتے رہا کرو، اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور تاکہ تم راہ پاؤ)۔[سورۃ البقرۃ:۱۵۰]

بندہ بذات خود کمزور ہے، اپنے طاقت ور رب کی مدد کا محتاج ہے اور اللہ عزیز و برتر سے استعانت مخلوق کی استعانت سے بے نیاز کر دیتی ہے، جو شخص کسی مراد کی تکمیل کے لیے کوشش کرتا ہے، لیکن اس کے حصول میں اللہ سے مدد طلب نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا سہارا لیتا ہے تو اس کے سامنے راہیں بند ہو جاتی ہیں، اور کامیابیوں کا حصول مشکل ہو جاتا ہے، نبی ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: (اے لڑکے! میں تمہیں چند اہم باتیں بتا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو، تم اسے اپنے سامنے پاؤ گا، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو اور جب مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو)، (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے)۔

استعانت پر دین اسلام کا دار مدار ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

(ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں)۔[سورۃ الفاتحۃ:۵]

رسولوں نے اپنی قوم کو اسی کا حکم دیا ہے:

﴿قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا﴾

(موسی نے اپنی قوم سے کہا: اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو)۔[سورۃ الأعراف:۱۲۸]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "دین یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے اور اس کے علاوہ کسی اور سے مدد طلب نہ کی جائے"۔

بندہ جب اپنے رب سے تعلق قائم کر لیتا ہے تو وہ مکمل بے نیاز ہو جاتا ہے، اللہ کا اپنے بندوں پر ایک

بڑا فضل یہ ہے کہ جو اس سے تعلق قائم کرتا ہے وہ اس کی مدد کرتا ہے، اطاعت واستعانت کے ذریعہ رزق میسر ہوتا اور توکل وانکساری کے ذریعہ بڑھتا ہے، اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا * وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ﴾

(اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو)۔[سورۃ الطلاق: ۲-۳]

زندگی آفات ومصائب سے بھری ہوئی ہے، اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿لَقَدۡ خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ فِي كَبَدٍ﴾

(بے شک ہم نے انسان کو مصیبت میں پیدا کیا ہے)۔[سورۃ البلد: ۴]

اور ہر مخلوق کے جنوں اور انسانوں میں سے کچھ دشمن ہیں اور ان میں ابلیس سرفہرست ہے- اس پر اللہ کی لعنت ہو-۔ اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ ٱلشَّيۡطَٰنَ لَكُمۡ عَدُوّٞ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾

(بے شک شیطان تو تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن سمجھو)۔[سورۃ الفاطر: ۶]

شر وفتن سے بچنے کے لیے بندہ اللہ کی حمایت، اس کی پناہ اور اس کے سہارے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، اور اللہ رب العالمین عظمت وشوکت اور طاقت وقوت سے متصف ہے، جو اس کا سہارا لے گا اسے کسی کی طرف سے اذیت لاحق نہیں ہوگی اور نقصان کا سبب موجود ہو تب بھی اسے نقصان نہیں پہنچے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: "جو کسی جگہ اترے، پھر یہ دعا پڑھے: «أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ»۔ **(میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعہ تمام مخلوقات کے شر سے پناہ چاہتا ہوں)** تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی یہاں تک کہ وہ وہاں سے کوچ کر جائے"۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: "میں نے جب سے یہ حدیث سنی ہے تب سے اس پر عمل پیرا ہوں، مجھے کبھی کسی چیز نے نقصان نہیں پہنچایا، ایک مرتبہ رات کو مقام مہدیہ میں ایک بچھو نے مجھے ڈس لیا پھر میں نے غور کیا تو

یاد آیا کہ میں نے یہ دعا نہیں پڑھی تھی"۔

مخلوق پریشانی سے دوچار ہوتی ہے۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور اس کی پناہ میں رہنے سے ہی انسان کی زندگی میں سکون آتا ہے، کیوں کہ نفع ونقصان اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں، اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو اس کی یہ کوشش اللہ کی مشیت کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی، نبی ﷺ نے فرمایا: "یہ جان لو کہ اگر ساری امت بھی تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے"۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے)۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ تمام مخلوقات کے شر سے، اندھیری رات اور حاسد کے شر سے صبح کے پیدا کرنے والے کی پناہ مانگیں، جو (پروردگار) کائنات سے ظلمت کو دور کرنے پر قادر ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ پناہ طلب کرنے والے سے خوف وڈر کو دور کردے، اور جو شخص ہر معاملے میں اللہ کا سہارا پکڑتا اور اس کی پناہ مانگتا ہے وہ شریروں اور مکاروں سے محفوظ اور مضبوط قلعہ میں ہوتا ہے۔

مشکلات میں ہمارے رب کے علاوہ ہمارا نہ کوئی سہارا ہے اور نہ کوئی جائے پناہ، اللہ کی مدد اور پناہ طلب کرنے والا دعا کے سب سے خاص دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے، مشکلات اور سازشوں کے اوقات میں رب عظیم سے مدد طلب کرنا انبیاء وصالحین کا طریقہ رہا ہے، اللہ پاک نے فرمایا:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ
أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ﴾

(جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، اس نے جواب میں فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لیے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں)۔ [سورۃ الأنفال:۹]

اللہ پاک نے مزید فرمایا:

﴿أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ﴾

(بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے)۔ [سورۃ النمل:۶۲]

جو مردوں کو پکارے گا نہ اس کی فریاد سنی جائے گی اور نہ اس کی حاجتیں پوری کی جائیں گی؛ اللہ پاک

نے فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمۡلِكُونَ مِن قِطۡمِيرٍ * إِن تَدۡعُوهُمۡ لَا يَسۡمَعُواْ دُعَآءَكُمۡ وَلَوۡ سَمِعُواْ مَا ٱسۡتَجَابُواْ لَكُمۡ﴾

(اور جنہیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ ایک گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے اور اگر وہ سن بھی لیں تو تمہیں جواب نہیں دیتے)۔ [سورۃ الفاطر: ۱۳-۱۴]

اگر تم پر مصائب نازل ہوں اور مشکلات بڑھ جائیں تو غیب کو جاننے والے (پروردگار) سے مدد طلب کرو:

﴿إِنَّمَآ أَمۡرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيۡـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾

(اس کی تو یہ شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اتنا ہی فرما دیتا ہے کہ ہو جا، سو وہ ہو جاتی ہے)۔ [سورۃ یس: ۸۲]

بندوں کے تمام افعال (عبادتوں) کو اللہ کے لیے خاص کرنا صحیح عقیدہ، سعادت مند معاشرہ اور اطمینان قلب کا ضامن ہے۔

أعوذ باللّٰه من الشّيطان الرّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُمۡ وَٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ * ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فِرَٰشٗا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءٗ وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَخۡرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزۡقٗا لَّكُمۡۖ فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ﴾

(اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر

اس سے تمہارے کھانے کے لیے پھل نکالے، سو کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے بھی ہو)۔[سورۃ البقرۃ:۲۱-۲۲]

اللہ تعالی میرے اور آپ کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، اللہ کی شان کی تعظیم کے طور پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اے مسلمانو! خیر وسعادت کے دروازے اللہ سے تعلق قائم کرنے سے کھلتے ہیں اور شر کے دروازے توبہ واستغفار سے بند ہوتے ہیں، گناہ ترک کرنے سے دل کو عافیت ملتی ہے، جب اللہ کے خوف ومحبت اور اس کے فضل کی امید وبیم کے ساتھ دل اللہ کی طرف کھنچ جائے تو دنیا کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں، خوف آپ کو اللہ کی نافرمانی سے روکتا ہے، امید آپ کو اس کی اطاعت پر ابھارتی ہے، اور محبت اس کی طرف لے جاتی ہے، اس لیے آپ اپنے تمام اعمال کو ظاہری وباطنی طور پر احسن طریقے سے انجام دے کر اللہ کے لیے خالص کر لیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالی تمام راز ونیاز سے واقف ہے اور تمام بھیدوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

اور یہ بھی جان لیں کہ اللہ نے آپ کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

اللہ کا خوف(1)

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دے نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ آپ پر اور آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر بے شمار درود وسلام نازل کرے۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔

اے مسلمانو!

ہوا پرستی کوتاہی اور نافرمانی پر ابھارتی ہے، شیطان انسان کو گناہ اور بدی کے ارتکاب پر اکساتا ہے، نفس سستی وکوتاہی اور لذت پرستی کا خواہاں ہوتا ہے اور اللہ عزیز وبرتر کے خوف اور عذاب الٰہی کے ڈر کے سوا کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی۔

اللہ پاک کا خوف عبادت کا سب سے بڑا رکن ہے جس کے بغیر اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت نہیں کی جاسکتی، یہ ہر ایک انسان پر واجب ہے اور یہ قلبی عبادتوں میں ایک عظیم عبادت ہے، اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾

(آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں)۔ [سورۃ الأنعام:۱۵]

(1) یہ خطبہ 21 ربیع الآخر سنہ 1427 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

فرشتے اپنے رب سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں:

﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ * يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

(یقیناً آسمان وزمین کے کل جاندار اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کرتے ہیں اور ذرا بھی تکبر نہیں کرتے اور اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، کپکپاتے رہتے ہیں اور جو حکم مل جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں)۔[سورۃ النحل:۴۹-۵۰]

انبیائے کرام خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں ان کی قوم پر اللہ کا عذاب نہ آجائے؛ نوح علیہ السلام نے کہا:

﴿إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ﴾

(میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔)[سورۃ ہود:۲۶]

شعیب علیہ السلام نے کہا:

﴿إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ﴾

(میں تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا خوف (بھی) ہے)۔[سورۃ ہود:۸۴]

ہود علیہ السلام نے کہا:

﴿إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ﴾

(میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں)۔[سورۃ الشعراء:۱۳۵]

ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

﴿يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا﴾

(ابّا جان! مجھے خوف لگا ہوا کہ کہیں آپ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آپڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن

جائیں)۔[سورۃ مریم:۴۵]

نیک لوگ بھی دنیا میں اپنی قوم پر عذاب الٰہی آنے سے ڈرا کرتے ہیں:

﴿وَقَالَ ٱلَّذِىٓ ءَامَنَ يَـٰقَوۡمِ إِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيۡكُم مِّثۡلَ يَوۡمِ ٱلۡأَحۡزَابِ﴾

(اس مومن نے کہا اے میری قوم (کے لوگو!) مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم پر بھی ویسا ہی روز (بد عذاب) نہ آئے جو اور امتوں پر آیا)۔[سورۃ غافر:۳۰]

اسی طرح ان پر آخرت کے عذاب سے بھی ڈرا کرتے ہیں:

﴿وَيَـٰقَوۡمِ إِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيۡكُمۡ يَوۡمَ ٱلتَّنَادِ﴾

(اور مجھے تم پر ہانک پکار کے دن کا بھی ڈر ہے)۔[سورۃ غافر:۳۲]

اور ان خوفناک (واقعات) سے وہی عبرت اور نصیحت پکڑتا ہے جس کا دل خوف الٰہی سے زندہ و معمور ہو:

﴿وَتَرَكۡنَا فِيهَآ ءَايَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ ٱلۡعَذَابَ ٱلۡأَلِيمَ﴾

(اور ہم نے اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لیے ایک عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں)۔[سورۃ الذاریات:۳۷]

اپنے رب سے ڈرنے والے کو نشانیوں میں غور وفکر کرنے اور ان سے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا کی جاتی ہے:

﴿إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَأَيَةً لِّمَنۡ خَافَ عَذَابَ ٱلۡأَخِرَةِ﴾

(اس بات میں نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے)۔[سورۃ ہود:۱۰۳]

وہ قرآن کی وعظ و نصیحت سے فائدہ اٹھاتا ہے:

﴿فَذَكِّرۡ بِٱلۡقُرۡءَانِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ﴾

(پھر آپ قرآن سے اس کو نصیحت کیجیے جو میرے عذاب سے ڈرتا ہو)۔[سورۃ ق:۴۵]

اللہ تعالیٰ خوفناک واقعات اور نشانیوں کو اس لیے بیان کرتا ہے کہ دل اللہ کی طرف مائل ہو جائے:

﴿وَمَا نُرۡسِلُ بِٱلۡأٓيَٰتِ إِلَّا تَخۡوِيفٗا﴾

(اور یہ معجزات تو ہم محض ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں)۔[سورۃ الإسراء:۵۹]

عبادت کے باب میں انسان کو آزمائشوں سے دوچار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کا مقام خوف ظاہر ہو:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَيَبۡلُوَنَّكُمُ ٱللَّهُ بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلصَّيۡدِ تَنَالُهُۥٓ أَيۡدِيكُمۡ وَرِمَاحُكُمۡ لِيَعۡلَمَ ٱللَّهُ مَن يَخَافُهُۥ بِٱلۡغَيۡبِ﴾

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کرلے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے)۔ [سورۃ المائدۃ:۹۴]

خوف بندوں کے عظیم ترین صفات میں سے ہے، نیز یہ گفتار و کردار میں توفیق الٰہی سے ہمکنار ہونے کے اسباب میں سے بھی ہے:

﴿قَالَ رَجُلَانِ مِنَ ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِمَا ٱدۡخُلُواْ عَلَيۡهِمُ ٱلۡبَابَ فَإِذَا دَخَلۡتُمُوهُ فَإِنَّكُمۡ غَٰلِبُونَۚ﴾

(دو شخصوں نے جو خدا ترس لوگوں میں سے تھے، جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہا کہ تم ان کے پاس دروازے میں تو پہنچ جاؤ، دروازے میں قدم رکھتے ہی یقیناً تم غالب آجاؤ گے)۔[سورۃ المائدۃ:۲۳]

کافروں میں اس صفت کے نہ ہونے کی وجہ سے ان کی مذمت کی گئی ہے:

﴿كَلَّاۖ بَل لَّا يَخَافُونَ ٱلۡأٓخِرَةَ﴾

(ہر گز نہیں، بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے)۔]سورۃ المدثر:۵۳[

جو اپنے رب سے ڈرتا رہتا ہے وہ موت کے وقت مامون رہتا ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحۡزَنُواْ﴾

((واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو)۔[سورۃ الفصلت:۳۰]

اور اسے محشر کی پریشانی سے بچا لیا جائے گا:

﴿إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۞ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا﴾

(بے شک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو اداسی اور سختی والا ہوگا۔ پس انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی)۔[سورۃ الانسان:۱۰-۱۱]

اور جنت اس کا ٹھکانا ہوگی:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾

(اور اس کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے دو باغ ہوں گے)۔[سورۃ الرحمن:۴۶]

جس قدر اللہ کی معرفت ہوگی اسی قدر اس کا خوف اور ڈر بھی ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا: "**میں تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں**" (متفق علیہ)۔ آپ ﷺ جب بادل یا تیز ہوا دیکھتے تو آپ کا رنگ بدل جاتا، گھر میں داخل ہوتے اور پھر نکل جاتے، آپ پریشان ہو جاتے، آپ کو یہ خدشہ ہوتا کہ کوئی عذاب نہ آجائے، جب دل خوف سے معمور ہوتا ہے تو یہ خوف اسے گناہوں سے روکتا ہے:

﴿لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۖ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾

(گو تو میرے قتل کے لئے دست درازی کرے لیکن میں تیرے قتل کی طرف ہرگز اپنے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا، میں تو اللہ تعالیٰ پروردگار عالم سے خوف کھاتا ہوں)۔[سورۃ المائدۃ:۲۸]

خوف ایک بلند و بالا مقام کا نام ہے، یہ دین کا ایک مضبوط ستون ہے جو ایک مسلمان کو ثابت قدم

رکھتا ہے، خواہشات وشہوات اسے ٹس سے مس نہیں کر پاتیں اور وہ اس فرمان نبوی پر عمل کرتے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن رہتا ہے کہ: "تم جہاں کہیں رہو اللہ سے ڈرتے رہو" (ترمذی)، کچھ لوگ اس مقام کو کھو چکے ہیں، جس کے نتیجے میں عبادت کی لذت سے محروم ہیں اور ان کا طرز زندگی تزلزل کا شکار ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ﴾

(وہ درمیان میں ہی معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف)۔[سورۃ النساء:۱۴۳]

اللہ کے خوف کا خاتمہ حالات کے بگاڑ، زندگی میں نامرادی اور دل کی تاریکی کا باعث ہے نیز (اس کے نتیجے میں) شکوک وشبہات دل کو گھیر لیتے ہیں، ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ نے کہا: "جس دل سے بھی خوف نکل جاتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے"، اور اہل کفر کے اعراض کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کے دلوں سے خوف الہی نکال دیا گیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿كَلَّاۖ بَل لَّا يَخَافُونَ ٱلۡأٓخِرَةَ﴾

(بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے)۔[سورۃ المدثر:۵۳]

منافقین نے اللہ کے دین اور احکام کا مذاق اڑایا؛ کیوں کہ ان کے دلوں میں اللہ کی نگرانی کا خوف نہیں تھا:

﴿وَإِذَا لَقُواْ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قَالُوٓاْ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوۡاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ قَالُوٓاْ إِنَّا مَعَكُمۡ إِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُونَ﴾

(اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں)۔[سورۃ البقرۃ: ۱۴]

نافرمان لوگوں کی نافرمانی کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اس مقام خوف میں کوتاہی کرتے ہیں اور نیک

لوگوں کے دلوں میں خشیت الٰہی گھر کی ہوئی ہوتی ہے، اس لیے وہ اپنے آپ کو حرام کاموں سے روک لیتے ہیں:

﴿ٱلَّذِى يَرَىٰكَ حِينَ تَقُومُ ۞ وَتَقَلُّبَكَ فِى ٱلسَّٰجِدِينَ﴾

(جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی)۔ [سورۃ الشعراء: ۲۱۸-۲۱۹]

اور جو اللہ سے تنہائی میں ڈرتا ہے اسے اس کا رب اپنے عرش کے نیچے سایہ عطا کرے گا: **"اور اس آدمی کو اللہ سایہ عطا کرے گا جسے کوئی جاہ و منصب والی خوب صورت عورت دعوت گناہ دے تو وہ کہے کہ: میں اللہ سے ڈرتا ہوں"**۔ (متفق علیہ)۔

وہ عبادت گذار جو تنہائی میں خوف کھاتا ہے اور صدق دل سے آنسو بہاتا ہے اس سے بھی اس طرح کا وعدہ کیا گیا ہے، اور وہ تہجد گذار جسے اللہ کا خوف رات کی تاریکی میں بیدار رکھتا ہے اسے اللہ اس کی مطلوبہ چیز عطا کرے گا:

﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ ٱلْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ۞ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِىَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾

(ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے ہی۔ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے)۔ [سورۃ السجدۃ: ۱۶-۱۷]

مومن حسن عمل اور خوف الٰہی دونوں سے لیس ہوتا ہے جبکہ منافق بد عملی اور بے خوفی میں بیک وقت مبتلا رہتا ہے۔

اے مسلمانو!

اللہ کی گرفت مضبوط ہے، اس کی وعید یقینی ہے، اللہ کے عذاب سے مامون ہو جانا اور اس کی نگرانی

کا خیال دل سے نکال دینا افراد واقوام کی شقاوت وبد بختی کا سبب ہے، کچھ قوموں نے اللہ کے خوف سے اعراض برتا تو نافرمانی کی حدیں توڑ دیں، انجام کار اللہ نے ان پر اپنا عذاب وعقاب نازل فرمایا، قومِ نوح کو غرقِ آب کر دیا، ثمود کو زور دار چیخ، عاد کو سخت آندھی اور قومِ شعیب کو زلزلہ، چیخ اور (ان کے سروں پر سائبان کی مانند معلق) پہاڑوں سے ہلاک وبرباد کر دیا، قوم لوط کی تمام بستیوں کو ایک فرشتہ کے پر کی نوک پر اٹھا کر زمین پر دے مارا، بنی اسرائیل کے سروں کے اوپر ایک بڑا پہاڑ لا کھڑا کیا، انہیں سیلاب سے عذاب دیا، ان کے اوپر ٹڈیاں، خون اور جوئیں بھیج دیں، ان میں سے بعض اشخاص کو گناہوں کی پاداش میں بندر اور سور بنا دیا، اور ایک بڑے باغ کو پھلوں سمیت - جیسا کہ سورہ قلم میں ہے - ان کے مالکان کے گناہوں کے سبب خاکستر کر دیا:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلْقُرَىٰ وَهِىَ ظَٰلِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾

(تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے)۔[سورۃ ہود: ۱۰۲]

اللہ سبحانہ وتعالی نے ہر زمانے میں اس کے خوف سے مامون ہونے والے لوگوں کو اہانت آمیز عذاب کی دھمکی دی ہے:

﴿أَفَأَمِنَ أَهْلُ ٱلْقُرَىٰٓ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَٰتًا وَهُمْ نَآئِمُونَ ۞
أَوَأَمِنَ أَهْلُ ٱلْقُرَىٰٓ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾

(کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آپڑے جس وقت وہ سوتے ہوں اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آپڑے جس وقت کہ وہ اپنے کھیلوں میں مشغول ہوں)۔[سورۃ الأعراف: ۹۸-۹۹]

اس نے نڈر لوگوں پر اپنا عذاب نازل بھی کیا، چنانچہ اس نے سرکش متکبر فرعون کو موجوں کے درمیان ایک مردہ لاش بنا کر رکھ دیا، سرکش اور بے انتہا دولت کے مالک قارون کو اس کے جسم اور محل

سمیت زمین میں دھنسا دیا، تکبر سے ازار لٹکانے والے ایک شخص کو زمین میں دھنسا دیا اور عمرو بن لحہ جہنم میں اپنی او جھڑی کھینچ رہا ہے۔

اللہ تعالی گنہگار کو مہلت دیتا ہے، اسے چھوڑتا نہیں اور اسے جب پکڑتا ہے تو وہ چھوٹ نہیں سکتا:

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ ٱللَّهُ نَفۡسَهُۥۗ وَإِلَى ٱللَّهِ ٱلۡمَصِيرُ﴾

(اور اللہ تعالی خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالی ہی کی طرف لوٹ جانا ہے)۔[سورۃ آل عمران:۲۸]

اس نے اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کی دعوت دی اور اپنی معصیت وعذاب سے ڈرایا ہے، وہ سخت عذاب دینے والا ہے اور اپنے بندوں کے کفر (اور ناشکری) سے خوش نہیں:

﴿إِن تَكۡفُرُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمۡۖ وَلَا يَرۡضَىٰ لِعِبَادِهِ ٱلۡكُفۡرَ﴾

(اگر تم انکار کرو تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا)۔[سورۃ الزمر:۷]

اللہ نے نماز چھوڑنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے:

﴿مَا سَلَكَكُمۡ فِي سَقَرَ * قَالُواْ لَمۡ نَكُ مِنَ ٱلۡمُصَلِّينَ﴾

(کس چیز نے تمہیں دوزخ میں ڈالا۔ وہ کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے)۔[سورۃ المدثر:۴۲-۴۳]

والدین کی نافرمانی کرنے والے کو اللہ تعالی بد بختی و نامرادی سے دوچار کرتا ہے:

﴿وَبَرَّۢا بِوَٰلِدَتِي وَلَمۡ يَجۡعَلۡنِي جَبَّارٗا شَقِيّٗا﴾

(اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا)۔[سورۃ مریم:۳۲]

اگر سارے لوگ فریضہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر (بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) چھوڑ دیں تو ہو سکتا ہے کہ سب پر عذاب آجائے، محرمات کے ارتکاب اور آبروریزی پر اللہ کو غیرت آتی ہے:

"اللہ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں ہے کہ اس کا غلام یا اس کی باندی بدکاری کرے" (متفق علیہ)۔

حرام مال کھانے سے عمل مردود ہو جاتا ہے: "اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک (مال) کے سوا (کوئی مال) قبول نہیں کرتا"، وہ بندے کو حرام چیزیں دیکھنے کی پاداش میں یہ سزا دیتا ہے کہ اس کے دل کی پاکی وطہارت سلب کر لیتا ہے:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ﴾

(ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کو بھی محفوظ رکھیں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ ہے)۔[سورۃالنور:۳۰]

آپ ﷺ نے چھوٹے گناہوں سے بھی ڈرایا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عائشہ! حقیر سمجھے جانے والے گناہوں سے گریز کرنا، یقیناً اُن کے متعلق بھی اللہ کی طرف سے بازپرس ہوگی"، (احمد)۔

اللہ سے سچے خوف کی علامت یہ ہے کہ انسان کی خلوت وجلوت برابر ہو، جب لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو تنہائی میں کوئی برائی نہ کرے:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

(اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو، اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے)۔[سورۃالحدید: ۴]

اور پوشیدہ گناہوں سے بچو؛ کیوں کہ یہ ہلاک کر دینے والے گناہ ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: "تم ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں (یعنی نہایت معمولی ہیں) جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ہم انہیں مہلک شمار کیا کرتے تھے" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

اللہ کے عذاب سے بے خوف آدمی خائب وخاسر ہے:

﴿أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾

(کیا وہ اللہ کی اس پکڑ سے بے فکر ہو گئے۔ سو اللہ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا)۔[سورۃالأعراف:۹۹]

اگر انسان کو اصرار کے ساتھ گناہ پر گناہ کرنے کے باوجود مسلسل نعمتیں مل رہی ہوں تو یہ اللہ کی طرف سے مہلت و آزمائش ہے، اسے اللہ کے عذاب اور سزا سے ڈرنا چاہیے۔

جو گناہوں کو نہیں چھوڑتا اسے ڈرنے والا نہیں کہا جاسکتا، اللہ کی نافرمانی کرنے والا ہر شخص اللہ کے بارے میں جاہل ہے اور اس سے ڈرنے والا ہی عالم ہے، جس قدر انسان کو اللہ کی معرفت حاصل ہو گی وہ اسی قدر اللہ سے ڈرے گا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: "اللہ کی خشیت ہی اصل علم ہے اور اللہ کے تئیں فریب خوردگی ہی جہالت ہے"، انسان کے خوف میں کمی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کے اندر اپنے رب کی معرفت کی کمی ہوتی ہے اور انجام کو پیش نظر رکھنے سے اللہ کی یاد تازہ رہتی ہے۔

یہ اللہ کی رحمت ہے کہ وہ انسان کو دو خوف میں مبتلا نہیں کرتا، جو دنیا میں اس سے ڈرے گا اسے آخرت میں امن عطا کرے گا، اور جو اس دنیا میں اس کے مکر سے نڈر رہے گا اسے آخرت کے دن خوف سے دوچار کرے گا، جو اپنے رب سے ڈرتا ہے وہ مخلوق کے درمیان عظیم اور اپنی زندگی میں سرخرو ہو کر جیتا ہے، مخلوق کا مخلوق سے ڈرنا ذلت و رسوائی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوۡلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمۡ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ﴾

(یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو)۔[سورۃ آل عمران: ۱۷۵]

أعوذ باللّٰہ من الشَّیطان الرَّجیم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

﴿وَأَنِيبُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّكُمۡ وَأَسۡلِمُواْ لَهُۥ مِن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ * وَٱتَّبِعُوٓاْ أَحۡسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ بَغۡتَةٗ وَأَنتُمۡ لَا تَشۡعُرُونَ﴾

(تم (سب) اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کیے جاؤ اس سے قبل کہ

تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو)۔[سورۃ الزمر: ۵۴-۵۵]

اللہ قرآن کریم کو میرے اور آپ سبھوں کے لیے بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اے مسلمانو! خوف، رجا اور محبت کے ذریعہ اللہ کے حدود، اور اس کی محرمات کی جس طرح حفاظت ہوتی ہے، اس طرح کسی اور چیز کے ذریعہ نہیں ہو سکتی، ان تینوں عناصر کے ذریعہ جس قدر اللہ سے رشتہ جوڑنے والے اپنا رشتہ جوڑتے ہیں اس قدر کسی اور چیز کے ذریعہ نہیں جوڑ سکتے، جب دل ان تینوں عناصر سے خالی ہو جاتا ہے یا دل میں کوئی ایک عنصر کمزور پڑ جاتا ہے تو اس کا ایمان اسی کے بقدر کمزور ہو جاتا ہے، اللہ کی قربت حاصل کرنے کے سلسلے میں دل کی مثال ایک پرندہ کی ہے، محبت اس کا سر ہے اور خوف ورجا اس کے دو پَر ہیں۔

خوف اور خشیت لازم وملزوم ہیں، اور خشیت سے اطاعت لازم آتی ہے، امید ورجا انسان کو اللہ کی طرف لے جاتی ہے، اس سفر کو اس کے لیے خوشگوار بناتی ہے، اس پر چلنے کی ترغیب دیتی ہے اور اسے لازم پکڑنا اس کے لیے محبوب بنا دیتی ہے، جو اپنے دل میں اللہ کی عظمت بیٹھا لیتا ہے اللہ تعالی اسے مخلوق کے دلوں میں موقر بنا دیتا ہے، پھر وہ اس کے ساتھ ذلت کا معاملہ نہیں کرتے، فضیل رحمہ اللہ نے کہا: "جو اللہ سے ڈرتا ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اسے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا"۔

اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے اور تمام معاملات کو اسی کے سپرد کر دینے سے انسانوں کا خوف

دل سے نکل جاتا ہے، اور جو اپنے رب سے ڈرتا ہے اسے کوئی ڈرا نہیں سکتا، بلکہ وہ مطمئن اور ثابت قدم رہتا ہے، اس لیے اللہ کے خوف کو لازم پکڑیں اور اپنے رب کی کما حقہ قدر کریں؛ دنیا و آخرت میں کامیاب رہیں گے۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو اپنے نبی پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

فرشتوں پر ایمان لانے کا بیان

فرشتوں پر ایمان(1)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کا خالق ہے، جو دل کی باتوں کو جانتا اور نیتوں سے واقف ہے، میں اس کی مسلسل ملنے والی نعمتوں پر حمد وثنا بیان کرتا ہوں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جنھوں نے صراط مستقیم کی رہنمائی کی اور ایک سیدھے دین کی دعوت دی، آپ پر، آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اور قیامت تک آپ کی سنت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ کا کما حقہ تقوی اختیار کرو، تقوی ہر خیر کی بنیاد اور ہر بھلائی کی اساس ہے، جلوت وخلوت میں اسے لازم پکڑو، جزا وسزا اور حساب وکتاب کے دن کامیاب ہو جاؤ گے۔

مسلمانو!

فرشتوں پر ایمان لانا عقیدے کا ایک بنیادی رکن ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا، فرشتے ایک غیبی مخلوق ہیں جن پر ایمان لانا واجب ہے، ان پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے جن کا ذکر کتاب سنت میں اجمالا آیا ہے ان پر اجمالی ایمان لایا جائے، جن کا ذکر تفصیلا آیا ہے ان پر تفصیلی ایمان لایا جائے اور جن کے نام ذکر ہوئے ہیں ان پر ان کے ناموں کے ساتھ ایمان لایا جائے۔

اللہ تعالی نے انہیں نور سے پیدا کیا، ان کی تخلیق بڑی خوبصورت اور نرالی ہے، وہ عظیم شکل وصورت والی مخلوق ہے، وہ مختلف شکلوں میں نمودار ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے، فرشتے نہ کھاتے ہیں نہ

---

(1) یہ خطبہ 13 صفر 1420 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

پیتے ہیں، ان کے اخلاق واعمال پاکیزہ اور کامل ہیں، اللہ نے ان کی جبلت میں حیا ودیعت کر دی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں"۔اس سے مراد عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔(مسلم)

یہ اپنے رب کے پاس نہایت سلیقے سے صف آراستہ رہتے ہیں، یہ اللہ کی ایک عظیم مخلوق ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے اجازت ملی ہے کہ میں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کا حال بیان کروں، اس کے کان کی لو سے اس کے مونڈھے تک کا فاصلہ سات سو برس کی مسافت کا ہے"۔(ابوداود)۔

ان میں سب سے افضل جبریل علیہ السلام ہیں، ان کے چھ سو پر ہیں، ہر دو پروں کے درمیان کی مسافت مغرب ومشرق کی مسافت کے برابر ہے، ایک ہی پر افق کو ڈھانپ لیتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں نے جبریل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے، ان کے پر سے مختلف رنگ کے یاقوت اور موتی گر رہے تھے"۔(احمد)۔اور اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿شَدِيدُ ٱلۡقُوَىٰ﴾

(بڑا طاقتور اور زور آور ہے، پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا)۔[سورۃ النجم:۵]

وہ حسین وجمیل اور خوبرو ہے، وہ بڑی قوت وطاقت والا ہے، اللہ کے نزدیک اس کا مقام مرتبہ بہت بلند ہے، وہ سچی خبریں اور عادلانہ شریعتیں لے کر رسولوں کے پاس آتے تھے، انہوں نے غزوہ بدر اور خندق میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، سفر اسرا میں آپ کے رفیق رہے، جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو آواز دیتا ہے: "میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان میں اعلان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ فُلاں سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ اس سے آسمان والے بھی محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت لکھ دی جاتی ہے"۔(متفق علیہ)۔

فرشتے مختلف عبادتیں انجام دیتے ہیں، کوئی مسلسل حالت قیام میں رہتا ہے، تو کوئی مسلسل حالت

رکوع میں رہتا ہے، کوئی مسلسل سجدے میں ہوتا ہے تو کوئی دیگر عبادتوں میں مصروف ہوتا ہے، انہیں تیرا رب ہی جانتا ہے:

﴿وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُۥ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ﴾

(ہم میں سے تو ہر ایک کی جگہ مقرر ہے)۔[سورۃ الصافات:۱۶۴]

آپ ﷺ نے فرمایا: "**آسمان چرچرایا اور اُس کا چرچرانا حق ہے۔اِس میں چار انگلی کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود نہ ہو**"(احمد) ۔

اے مسلمانو!

اللہ نے انسان کو مکرم بنایا اور اس کی صیانت و حفاظت کی، اس حفاظت کی ذمہ داری اپنی بہترین مخلوق فرشتوں کو سونپی، جو انسان کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، کوئی رات میں اس کا پہرہ دار ہے تو کوئی دن میں اس کا چوکیدار، اللہ کے حکم پر اللہ کی پکڑ سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، جب کہ کچھ دوسرے فرشتے اس کے اعمال کو محفوظ کرنے کے لیے مسلسل اس کے ساتھ لگے ہوتے ہیں، ایک ایک بات اور ایک حرکت پر نظر رکھنے کے لیے فرشتے تیار بیٹھے ہیں، وہ اسے لکھتے اور ریکارڈ کرتے ہیں، انسان دن میں چار فرشتوں کے درمیان اور رات میں دوسرے چار فرشتوں کے مابین ہوتا ہے، ایک فرشتہ ہے جو مادر رحم میں موجود نطفہ کی دیکھ ریکھ پر مامور ہے، دوسرا فرشتہ انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے خاص ہے، ایک ملک الموت ہے جو روح قبض کرتا ہے، اللہ نے ان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ انسان سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

ان کی تعداد بے شمار ہے، اللہ کے علاوہ انہیں کوئی شمار نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾

(اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا)۔[سورۃ المدثر:۳۱]

نبی اکرم ﷺ نے ساتویں آسمان میں موجود بیت معمور کے بارے میں فرمایا: "**اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو پھر کبھی دوبارہ نہیں آتے**"۔(متفق علیہ)۔

اللہ تعالی نے ان میں سے کچھ فرشتوں کو اپنا عرش اٹھانے کے لیے منتخب کیا ہے، ان میں سے کچھ اللہ کے مقرب فرشتے ہیں، ان میں کچھ ساتوں آسمانوں کو مسلسل اپنی عبادتوں سے آباد کیے ہوئے ہیں، ان میں سے افضل وہ فرشتے ہیں جو جنگ بدر میں شریک ہوئے۔

اے مسلمانو!

فرشتے نیک لوگوں کو اوران کے اعمال کو پسند کرتے ہیں، لوگوں کو خیر وبھلائی کی تعلیم دینے والوں اور نماز میں پہلی صف میں رہنے والوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور بندوں کو بھلائی پر ابھارتے ہیں: **"کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہوں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! روک کر رکھنے والے کے مال کو ہلاک فرما"**، وہ مومنوں کے لیے دعا واستغفار کرتے ہیں بلکہ حاملین عرش اور عرش کے ارد گرد رہنے والے دوسرے فرشتے توبہ کرنے والے مومن کے لیے خصوصی استغفار کرتے ہیں، اس کے حق میں جہنم سے نجات، جنت میں داخلہ اور گناہوں سے بچنے کی دعائیں کرتے ہیں، اور جب ایک مومن اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرتا ہے تو وہ آمین کہتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ: **"آپ کو بھی اس جیسا ملے"**۔

وہ برکت ورحمت کے ساتھ ساتھ اترتے ہیں، چنانچہ وہ شب قدر میں اترتے ہیں، تلاوت قرآن کے وقت آتے ہیں، حلقہائے ذکر کو گھیر لیتے ہیں، آسمان دنیا تک انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور طالب علم کی تکریم میں خوشی سے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔

فرشتے کا ہم سے قریب ہونا باعث خیر وشرف ہے، رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں جب جبریل آپ ﷺ سے ملتے تو آپ کی سخاوت اور بڑھ جاتی، نیک لوگ جب جاں کنی کے عالم میں ہوتے ہیں تو یہ فرشتے انہیں ثابت قدمی کی تلقین کرتے ہیں، انہیں جنت کی بشارت سناتے ہیں، اور نہایت نرمی کے ساتھ ان کی روح نکالتے ہیں، فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس جنت میں داخلے کی مژدہ جاں فزا سناتے ہوئے آتے ہیں اور جوق در جوق انہیں سلام کرنے اور یہ خوشخبری سنانے آتے ہیں

کہ اللہ انہیں اپنی قربت عطا کرے گا، ان پر اپنی نوازش کرے گا اور نبیوں اور رسولوں کے جوار میں جنت کا مکیں بنائے گا۔

جہاں فرشتے نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں وہیں نافرمانوں سے بغض رکھتے اور گناہ سے نفرت کرتے ہیں، چنانچہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی فوٹو، کتا یا مجسمہ ہو، بنی آدم کی طرح انہیں بھی بدبو سے تکلیف ہوتی ہے اور کافروں پر لعنت بھیجتے ہیں، فرمان باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَمَاتُواْ وَهُمْ كُفَّارٌ
أُوْلَـٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ ٱللَّهِ وَٱلْمَلَـٰٓئِكَةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾

(بے شک جنہوں نے انکار کیا اور انکار ہی کی حالت میں مر بھی گئے تو ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں اور سب لوگوں کی بھی)۔[سورۃ البقرۃ:۱۶۱]

جب ان کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو انہیں عذاب و سزا، جہنم اور کھولتے ہوئے گرم پانی کی وعید سناتے ہیں، پھر خوف سے ان کی روح جسم کے اندر یہاں سے وہاں بھاگتی رہتی ہے، نکلنا نہیں چاہتی، پھر فرشتے ان کے چہروں اور سرینوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

﴿أَخْرِجُوٓاْ أَنفُسَكُمُ ٱلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ٱلْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ
وَكُنتُمْ عَنْ ءَايَـٰتِهِۦ تَسْتَكْبِرُونَ﴾

(آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالی کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے، اور تم اللہ تعالی کی آیات سے تکبر کرتے تھے)۔[سورۃ الأنعام:۹۳]

اے مسلمانو!

فرشتے اللہ کے معزز بندے ہیں، ان کا مقام و مرتبہ بلند و بالا ہے، وہ اپنے قول و فعل سے اپنے رب کی غایت درجہ اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں:

﴿لَا يَسْبِقُونَهُۥ بِٱلْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِۦ يَعْمَلُونَ﴾

(بات کرنے میں اس سے پیش قدمی نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کام کرتے ہیں)۔[سورۃ الأنبیاء:۲۷]
وہ اللہ کے سامنے کسی چیز میں پیش قدمی نہیں کرتے، اس کے کسی حکم کی مخالفت نہیں کرتے اور اس کی عبادت سے نہ رکتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں:

﴿يُسَبِّحُونَ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُونَ﴾

(رات اور دن تسبیح کرتے رہتے ہیں، سستی نہیں کرتے)۔[سورۃ الأنبیاء:۲۰]
رات و دن مسلسل اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں اور نیت و عمل کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں:
"جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں، جیسے کسی صاف چکنے پتھر پر زنجیر کے مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے، اور ان میں دہشت طاری ہو جاتی ہے"۔ اور فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی وحی کرنا چاہتا ہے اور پھر تکلم فرماتا ہے تو سارے آسمان اللہ کے خوف سے لرز اٹھتے ہیں، آسمان والے حواس باختہ ہو کر اللہ کے لیے سجدے میں گھر پڑتے ہیں، پھر سب سے پہلے اپنا سر جبریل اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو بھی وحی کرنا چاہتا ہے اس سے ان کو باخبر کرتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُۥ مَقَامٞ مَّعۡلُومٞ ۞ وَإِنَّا لَنَحۡنُ ٱلصَّآفُّونَ ۞ وَإِنَّا لَنَحۡنُ ٱلۡمُسَبِّحُونَ﴾

(اور ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے لیے ایک درجہ معین نہ ہو۔ اور بے شک ہم صف باندھے کھڑے رہنے والے ہیں۔ اور بے شک ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں)۔[سورۃ الصافات:۱۶۴-۱۶۵]
اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو میرے اور آپ سب کے لیے بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، میں اللہ کی شان کی تعظیم کے طور پر یہ گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

امابعد، اے مسلمانو!

فرشتے اللہ کی اتنی بڑی مخلوق ہونے کے باوجود بھی اللہ کے بندے ہی ہیں جو اس کے سامنے عاجزی وانکساری اختیار کیے رہتے ہیں، نہ وہ ملکیت میں اللہ کے شریک ہیں اور نہ کائنات میں ان کا کوئی تصرف ہے، ان میں سے جو الوہیت کا دعوی کرے اسے اللہ تعالی نے جہنم کی دھمکی دی ہے:

﴿وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِۦ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ
كَذَٰلِكَ نَجْزِي ٱلظَّٰلِمِينَ﴾

(ان میں سے اگر کوئی بھی کہہ دے کہ اللہ کے سوا میں لائق عبادت ہوں تو ہم اسے دوزخ کی سزا دیں ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں)۔[سورۃ الأنبیاء:۲۹]

فرشتے اتنے طاقت ور ہونے کے باوجود اللہ کا کلام سن کر مارے خوف ودہشت کے لرزہ براندام ہو جاتے اور ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے تو پھر اللہ کو چھوڑ کر ان میں سے کسی کو کیوں کر پکارا جائے؟ اس لیے وہ مردے اور بت جو کچھ طاقت ہی نہیں رکھتے انہیں، بدرجہ اولی نہیں پکارنا چاہئے اور نہ ان کی عبادت کی جانی چاہیے، سارے معاملات ایک تنہا قہار کے ہاتھ میں ہے، اس کے علاوہ سب مخلوق اور بندے ہیں، کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔

لیکن کچھ لوگوں کو اپنے مقصدِ تخلیق کا ادراک وشعور نہیں، انھوں نے اپنے آپ کی کما حقہ قدر

نہیں کی اور اللہ تعالی نے ان کی حفاظت و نگرانی اور تائید و نصرت کے لیے اپنی بہترین مخلوق فرشتوں کا انتخاب فرما کر انہیں جو عزت و شرف بخشا اس کا بھی لحاظ نہیں رکھا، بلکہ ناشکری، جو شخص اپنے رب کی عبادت سے تکبر اور انکار کرتا ہے وہ شرک اور معصیب میں مبتلا ہو جاتا ہے، سنو! تیرے رب کے پاس جو فرشتے ہیں وہ دن ورات اس کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں اور کبھی تھکاوٹ محسوس نہیں کرتے، اللہ تعالی ساری مخلوقات سے بے نیاز ہے، اسے نہ تو اطاعت گذار کی اطاعت کوئی نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ ہی گناہ گار کی معصیت کوئی نقصان پہنچا سکتی۔

لہذا—اللہ کے بندو! -اپنے رب کی خوب عبادت کرو، اس کے فرشتوں پر ایمان لے آؤ اور یاد رکھو کہ کچھ فرشتے تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور تمہارے تمام اعمال واقوال کو تمہارے اس نامہ اعمال میں لکھتے اور ریکارڈ کرتے ہیں جو تمہیں قیامت کے دن دیا جائے گا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَـٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ ۞ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۞
وَيَنقَلِبُ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ مَسْرُورًا ۞ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَـٰبَهُۥ وَرَآءَ ظَهْرِهِۦ ۞
فَسَوْفَ يَدْعُواْ ثُبُورًا ۞ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا﴾

(پھر جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ تو اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے اہل و عیال کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا۔ اور لیکن جس کو نامۂ اعمال پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور دوزخ میں داخل ہو گا)۔[سورۃ الانشقاق:۷-۱۲]

اخیر میں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالی نے آسب کو اپنے نبی پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

کتابوں پر ایمان لانے کا بیان

قرآن عظیم (1)

تمام تعریفیں اس اللہ رب العالمین کے لیے ہیں جو فرماں برداری کرنے والوں اور ڈرنے والوں کو عزت بخشتا ہے، اور جو اس کی نافرمانی کرتا اور اس کے اوامر کی بجاآوری نہیں کرتا ہے اسے ذلیل ورسوا کرتا ہے، اور ہم اس کی بے شمار مبارک اور پاکیزہ تعریفیں بیان کرتے ہیں جیسا کہ ہمارا رب پسند کرتا اور راضی ہوتا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کے علاوہ ہمارا کوئی رب نہیں ہے اور ہم اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔

اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کے سب سے سچے داعی ہیں، لوگوں کے سب سے بڑے خیر خواہ ہیں، اے اللہ! تو نبی کریم ﷺ، آپ کی جملہ آل واولاد اور صحابہ کرام پر، آپ کے راستے پر چلنے والوں اور آپ کے طریقے کی اتباع کرنے والوں پر رحمتیں نازل فرما۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ رب العالمین سے جس طرح ڈرنا چاہیے اسی طرح ڈرو، اور اپنے ظاہر وباطن دونوں کو اس کے لیے خالص کرلو، اور رب کی خوشنودی کی طرف آگے بڑھو، اسی طرح اس مبارک مہینہ کو غنیمت سمجھو۔

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو واضح عربی قرآن دے کر مبعوث فرمایا، جس نے فصحائے عرب کی عقلوں کو حیران کردیا، ان کے اوپر حجت قائم کردی، سبھوں نے اس کے فاضلانہ انداز تکلم اور حسن کلام کا اعتراف کیا، ولید بن مغیرہ کہتے ہیں کہ: "اللہ کی قسم اس کتاب کی اپنی

---

(1) یہ خطبہ 16 رمضان 1420ھ کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

ایک مٹھاس ہے، اس کا خاص حسن وجمال ہے، اس کے فوائد و ثمرات بے شمار ہیں، اس کے الفاظ کے معانی عظیم ہیں، یہ کسی انسان کا کلام ہو ہی نہیں سکتا"۔

سخت تاریکی میں اللہ رب العالمین نے اسے واضح روشنی بنایا ہے، یہ پے درپے نشانیاں ہیں:

﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾

(جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جو رضائے رب کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے)۔[سورۃ المائدۃ:١٦]

یہ تزکیہ نفس، حالات کی درستگی اور دلوں کو بیدار رکھنے کا کافی وشافی علاج ہے، یہ اللہ رب العالمین کی مضبوط رسی اور جگمگاتی روشنی ہے، جس نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا وہ محفوظ ہو گیا، اور جس نے اس کی اتباع کی وہ کامیاب ہو گیا، اس کی باتیں بتلانے والا سچا ہے، اس کے مطابق فیصلہ کرنے والا منصف ہے اور اس پر عمل کرنے والا عند اللہ مأجور ہے، جنات بھی اس کے عجائب پر حیران رہ گئے:

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا * يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾

(آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لا چکے، اب ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے)۔[سورۃ الجن:١-٢]

اے مسلمانو! قرآن کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے سے انسان کی شان وشوکت اور اس کا مقام ومرتبہ بلند ہوتا ہے، ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے آپ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کچھ نصیحت کیجیے، تو آپ نے فرمایا: **قرآن کی تلاوت کرو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو، اس لیے کہ یہ زمین میں تمہارے لیے روشنی، اور آسمان میں ذخیرہ اندوزی کا کام کرے گا**"۔(اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے)، سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے، ابو

عبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ اسی خیر کو پانے کے لیے چالیس سال تک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کی تعلیم دیتے رہے۔

اس کی تلاوت کرنے اور پڑھنے پڑھانے سے سکونت کا نزول ہوتا ہے، رب کی رحمت الٰہی اس مجلس کو ڈھانک لیتی ہیں اور فرشتے اپنا پر بچھا دیتے ہیں، اچھی طرح قرآن پڑھنے والے کو جنت میں معزز اور نیک فرشتوں کی رفاقت نصیب ہوگی، اس کی تلاوت رب کی قربت کا بہترین ذریعہ ہے، اس کے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے جو بڑھتی رہتی ہے، دنیا میں جو شخص اس کی تلاوت کرتا ہے آخرت میں اس کا ٹھکانا وہاں ہوگا جہاں وہ آخری آیت پڑھ کر رکے گا، اس کا پڑھنا اور سیکھنا مال و دولت جمع کرنے سے بہتر ہے، نبی ﷺ اپنے صحابہ سے فرماتے ہیں کہ: **"تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ روزانہ صبح بطحان یا عقیق (کی وادی) میں جائے اور وہاں سے بغیر کسی گناہ اور قطع رحمی کے دو بڑے بڑے کوہانوں والی اونٹنیاں لائے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم سب کو یہ بات پسند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم میں سے صبح کوئی شخص مسجد میں کیوں نہیں جاتا کہ وہ اللہ کی کتاب کی دو آیتیں سیکھے یا ان کی قراءت کرے تو یہ اس کے لئے دو اونٹنیوں (کے حصول) سے بہتر ہے اور یہ تین آیات تین اونٹنیوں سے بہتر اور چار آیتیں اس کے لئے چار سے بہتر ہیں اور (آیتوں کی تعداد جو بھی ہو) اونٹوں کی اتنی تعداد سے بہتر ہے"۔** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

اے مسلمانو!

قرآن فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے، اہل بلاغت بھی اس سے حیران ہیں، ہر عام و خاص اس قرآن کو سمجھ سکتا ہے، قرآن کے علاوہ اس دنیا میں کون ایسی کتاب ہے جو ہر زمانے میں تمام بنی نوع انسان کے فہم کا ان کے تصورات، مقامات، زبان اور علوم و معارف کے اختلاف کے باوجود استیعاب کر سکتی ہے؟! عقبہ بن ربیعہ نے جب اس قرآن کو سنا تو کہنے لگے کہ: "اللہ کی قسم! اس جیسا کلام ہم نے آج تک نہیں سنا، قسم اللہ کی! اس کا تعلق شعر و شاعری اور کہانت سے ہو ہی نہیں سکتا ہے"۔ جب مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ سے حسی معجزات کا مطالبہ کیا جیسے کہ نہریں جاری کرنا اور آسمان کو گرانا تو نہیں یہ

خبر دی گئی:

﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ﴾

(کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمادی جو ان پر پڑھی جارہی ہے؟)۔[سورۃ العنکبوت:۵۱]

یہ ایک آسان کتاب ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا ٱلْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾

(اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟)۔[سورۃ القمر:۱۷]

اس کے باوجود بھی اگر قرآن کا نزول پہاڑوں پر ہوتا تو مارے خوف کے وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے، یا زمین پر ہوتا تو اس کو ٹکڑا ٹکڑا کر دیتا۔

اس کی تلاوت خواہشاتِ نفس کی بیماری کے لیے شفا ہے، دلوں کی خواہشات اور اس کے شکوک وشبہات کی دوا ہے نیز آفات وبلایا اور جسمانی امراض کا علاج بھی ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾

(یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے)۔[سورۃ الإسراء:۸۲]

اے مسلمانو!

یقیناً سب سے بہترین کلام اللہ تعالٰی کی کتاب ہے، جس کے دل کو رب نے اس کتاب سے مزین کر دیا وہ کامیاب ہو گیا، فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "حاملِ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھائے ہوا ہوتا ہے، اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ لہو ولعب کرنے والے کے ساتھ لہو لعب کرے اور غفلت کیشوں کے ساتھ غفلت کرے"۔ قاری قرآن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے سینے میں محفوظ قرآن کی امانت ودیانت کا خیال کرتے ہوئے سچائی اور اخلاص جیسی صفتوں سے متصف ہو اور قیام اللیل کا بھی اہتمام کرے۔

سعادت ونیک بختی کی مٹھاس اسی وقت پا سکتے ہو جب اپنے رب کی طاعت وبندگی کرو گے، مداومت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کروگے، لہذا نافرمانی کی بیماری کا علاج توبہ کے ذریعے کرو، اور غفلت کا علاج انابت الی اللہ کے ذریعہ کرو، مصائب ومشکلات میں قرآن کو مضبوطی سے تھامے رہو، قرآن کے علاوہ ساری رسی کمزور اور حقیر ہے، اپنے گھروں میں بھی قرآن کی تلاوت کا اہتمام کیا کرو کیوں کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ: **"جس گھر میں رب کا ذکر کیا جائے، اور جس میں نہیں کیا جائے ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

اس کی تلاوت سے اپنی زبان کو معطر کرو، اس کے معانی ومفہوم میں غور وفکر کرو، اس کے احکامات وہدایات کے مطابق عمل کرو؛ دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی مل جائے گی۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان رجیم کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں)

﴿كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓاْ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُواْ ٱلْأَلْبَٰبِ﴾

(یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں)۔[سورۃ ص:۲۹]

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن مجید کو بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، میں اس کی شان کی تعظیم کے طور پر یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلاۃ کے بعد، اے مسلمانو!

بے شک اللہ کی کتاب ہی ہے جو مختلف لوگوں اور الگ الگ قوموں کو صحیح عقیدہ اور اسلام کے پرچم تلے جمع کرتی ہے، یہی کتاب ایمان اور دین کے رشتہ سے انہیں جوڑتی ہے اور ایک ایسی امت بنا دیتی ہے جو طاقت و قوت اور باہمی یکجہتی سے لیس ہوتی ہے اور ان کی صفیں متحد ہوتی ہیں:

﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾

(یاد رکھو سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں)۔[سورۃ الحجرات:۱۰]

جب مسلمان اپنے رب کی کتاب قرآن مجید پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں تو ان میں کمزوری آجاتی ہے، وہ ذلت ورسوائی کا شکار ہو جاتے ہیں، فتنے انہیں گھیر لیتے ہیں، وہ اپنے دشمنوں کے فریب میں آجاتے ہیں، عقیدہ ولاء وبراء میں گڑبڑی کر بیٹھتے ہیں، اوہام و خرافات اور کاہنوں کی باتوں کی تصدیق کرنے لگتے ہیں، علم غیب اور ماضی کے واقعات اور مصائب و مشکلات کو جاننے کا دعویٰ کرنے والوں کی باتوں پر کان لگاتے ہیں، اسباب سے اپنا تعلق قائم کر لیتے ہیں اور اپنے اس ایمان کو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے، اس کی بادشاہت میں وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین پر فخر کرے، اپنے رب کی کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھے اور دین کے معاملے میں کسی قسم کی کوئی مفاہمت نہ کرے، کافروں کے تہوار اور میلے ٹھیلے سے دور رہے، کیونکہ وہ

باطل دین پر ہیں، واضح اور کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، مسلمان پر واجب ہے کہ جس چیز کو غیر مسلم اپنے لیے عید تصور کرتے ہیں اس کا اپنے دل وزبان سے انکار کرے۔

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَـٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ ٱلْحَقُّ﴾

(ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد وبغض کی بناپر تمہیں بھی ایمان سے ہٹادینا چاہتے ہیں)۔[سورۃ البقرۃ:۱۰۹]

اے مسلمانو! اللہ رب العالمین کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اسلام کی دولت سے نوازا، جو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے، اور جس کے اثرات سب سے زیادہ دوررس ہیں، اپنے ایمان کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھو جو تمہاری زندگی کی راہوں کو روشن کرتا رہے، دین میں افراط وتفریط، اور اپنے دشمنوں کی تقلید سے بچو، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ: **"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے؛ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت"**۔

(اسے امام مالک نے روایت کیا ہے)۔

مسلمانوں کے پاس اپنے کے رب کی کتاب ہے، جو ہر کمی بیشی سے محفوظ ہے، دنیا وآخرت دونوں کی بھلائی اس میں پنہاں ہے، نور وہدایت کا سرچشمہ ہے، مصائب ومشکلات، اور فتنوں سے نکالنے والی کتاب ہے، اللہ رب العالمین فرماتا ہے:

﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

(کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمادی جو ان پر پڑھی جارہی ہے، اس میں رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں)۔[سورۃ العنکبوت:۵۱]

جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سب کو نبی رحمت، ہدایت یافتہ اور سراپا نعمت محمد بن عبداللہ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

قرآن کی عظمت (1)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دینا چاہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جس کو اللہ گمراہ کرنا چاہے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا اور اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور بیش بہا درود وسلام نازل ہو آپ پر اور ان کی جملہ آل واولاد اور تمام صحابہ کرام پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ رب العالمین سے جس طرح ڈرنا چاہیئے اسی طرح ڈرو، اور خلوت و تنہائی میں اس کی نگرانی کا خیال دل میں زندہ رکھو۔

مسلمانو!

ہمارا پاک پروردگار اپنی ذات اور جملہ اسماء وصفات میں کامل ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، اور نہ ہی کوئی ہم مثل، اس کی ساری صفتیں کامل اور خوبصورت ہیں، انہی صفتوں میں سے ایک اہم صفت کلام بھی ہے، وہ جب چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے بولتا ہے، اس کے کلام کی کوئی انتہا نہیں، اللہ کا فرمان ہے:

﴿قُل لَّوۡ كَانَ ٱلۡبَحۡرُ مِدَادٗا لِّكَلِمَٰتِ رَبِّي لَنَفِدَ ٱلۡبَحۡرُ
قَبۡلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَٰتُ رَبِّي وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهِۦ مَدَدٗا﴾

(اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا، گو ہم اسی جیسا اور بھی اس کی مدد

---

(1) یہ خطبہ ١٤ ربیع الاول ١٤٣٧ھ کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

میں لے آئیں)۔[سورۃ الکہف:۱۰۹]

اس کا کلام سب سے بہترین کلام ہے، بندوں کے کلام پر اس کے کلام کی فضیلت اور برتری اسی طرح ہے جس طرح خالق کی فضیلت مخلوق پر ہے،اور بندوں کے اوپر اس کی نعمتیں بے شمار ہیں۔

اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کے اوپر جو انعام واکرام کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے لوگوں کے درمیان رسولوں کو مبعوث فرمایا، ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائی، چنانچہ تورات، انجیل، زبور، اور ابراہیم وموسی کے صحیفے نازل فرمائے، اور سب سے اخیر میں قرآن کریم کا نزول فرمایا جو اپنے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے سب سے عظیم الشان ہے، اللہ رب العالمین نے قرآن مجید کے نزول پر اپنی تعریف بیان کی اور فرمایا:

﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ ٱلْكِتَٰبَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُۥ عِوَجَا ۜ﴾

(تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا، اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی)۔[سورۃ الکہف:۱]

بلکہ اس کو نازل فرما کر اپنے بلند مقام کو اجاگر کیا، فرمایا:

﴿تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا﴾

(بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لیے آگاہ کرنے والا بن جائے)۔[سورۃ الفرقان:۱]

اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی قسم کھائی، فرمایا:

﴿يسٓ * وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْحَكِيمِ﴾

(یٰسین قسم ہے قرآن باحکمت کی)۔[سورۃ یس:۱-۲]

اور فرمایا:

﴿فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَٰقِعِ ٱلنُّجُومِ *

﴿وَإِنَّهُۥ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُونَ عَظِيمٌ ۞ إِنَّهُۥ لَقُرۡءَانٌ كَرِيمٌ﴾

(پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کی، اور اگر تمہیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے، کہ بے شک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے)۔ [سورۃ الواقعۃ: ۷۵-۷۷]

یہ قرآن سابقہ تمام کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، ان کا محافظ ہے، ان کا ناسخ ہے اور ان تمام کتابوں کا امین ہے۔

تمام نبیوں نے اس کے نزول سے قبل اس کی بشارت دی:

﴿وَإِنَّهُۥ لَفِي زُبُرِ ٱلۡأَوَّلِينَ﴾

(اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس قرآن کا تذکرہ ہے)۔ [سورۃ الشعراء: ۱۹۶]

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "اس قرآن مجید کا ذکرِ خیر تمام انبیاء کرام کی کتابوں میں موجود ہے"، بلکہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے دعا مانگی کہ اے اللہ! ایک ایسے نبی کو مبعوث فرما جو اس کی تلاوت کرے، اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے، چنانچہ دونوں نے فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَٱبۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ﴾

(اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے)۔ [سورۃ البقرۃ: ۱۲۹]

قرآن کائنات کے رب کا کلام ہے، جسے اللہ نے حقیقت میں حرف اور آواز کے ذریعے کلام کیا، اسی سے شروع ہوا ہے، اور آخری زمانے میں اسی کی طرف لوٹ جائے گا، اس قرآن کو معزز ترین فرشتہ جبریل نے اللہ تعالیٰ سے سن کر بہترین سرزمین، اور بابرکت مہینہ کی بابرکت رات شب قدر میں افضل امت کے لئے سب سے بہترین زبان میں سب سے بہتر رسول ﷺ کے سب سے معزز عضو دل پر اتارا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلْأَمِينُ * عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ﴾

(اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے، آپ کے دل پر اترا ہے)۔[سورۃ الشعراء:۱۹۳-۱۹۴]

یہ ایسی کتاب ہے جس کا کوئی ثانی نہیں:

﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ﴾

(کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمادی جو ان پر پڑھی جارہی ہے)۔[سورۃ العنکبوت:۵۱]

اللہ رب العالمین نے اس کتاب کو نازل کر کے اس امت پر ایک بڑا احسان کیا، ارشاد باری ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ﴾

(بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور انہیں پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے)۔[سورۃ آل عمران:۱۶۴]

یہ کتاب نبی ﷺ اور ان کی امت کے لئے باعث شرف ہے:

﴿وَإِنَّهُۥ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾

(اور یقیناً یہ خود آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے)۔[سورۃ الزخرف:۴۴]

بلکہ یہ کتاب اس امت کی روح ہے کیوں کہ حقیقی زندگی کا دار و مدار اسی پر ہے، اور اگر کوئی شخص اس سے دوری اختیار کرلیتا ہے تو وہ زندہ ہو کر بھی مردہ ہے، اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا﴾

(اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے)۔[سورۃ الشعراء:۵۲]

اگر اللہ تعالیٰ اس قرآن مجید کو کسی پہاڑ پر اتار دیتا تو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں مارے خوف کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

کسی بندے کا ایمان اس وقت تک صحیح اور درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر اجمالا اور تفصیلا ایمان نہ لائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَـٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ﴾

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اور اس کے رسول محمد ﷺ پر، اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے ایمان لاؤ)۔[سورۃ النساء:۱۳۶]

اور وہ آسمان میں ہے:

﴿فِى صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ * مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ * بِأَيْدِى سَفَرَةٍ﴾

(یہ تو پر عظمت صحیفوں میں ہے، جو بلند و بالا اور پاک صاف ہیں، لکھنے والے (فرشتوں) کے ہاتھوں میں ہے)۔[سورۃ عبس:۱۳-۱۵]

اس سے مراد فرشتے ہیں:

﴿كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ﴾

(جو بزرگ اور پاکباز ہیں)۔[سورۃ عبس:۱۶]

اس کو نازل کرنے سے پہلے اللہ نے اس کی حفاظت فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ هُوَ قُرْءَانٌ مَّجِيدٌ * فِى لَوْحٍ مَّحْفُوظٍۭ﴾

(بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان والا، لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے)۔[سورۃ البروج:۲۱-۲۲]

بوقت نزول شیطانوں سے اس کتاب کی حفاظت فرمائی ہے:

﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ ٱلشَّيَـٰطِينُ * وَمَا يَنۢبَغِى لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ﴾

(اس قرآن کو شیطان نہیں لائے، نہ وہ اس کے قابل ہیں، نہ انہیں اس کی طاقت ہے)۔[سورۃ الشعراء:۲۱۰-۲۱۱]

اور اس کے نزول کے بعد بھی اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ہی لی، فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ﴾

(ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں)۔[سورۃ الحجر:۹]

اللہ رب العالمین نے اپنے اس احسان کو بہت ساری نعمتوں سے پہلے ذکر کیا، فرمایا:

﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ * عَلَّمَ ٱلۡقُرۡءَانَ﴾

(رحمٰن نے قرآن سکھایا)۔[سورۃ الرحمن:۱-۲]

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن سکھایا، اس کی تلاوت، حفظ، اور اس پر عمل کرنے کو لوگوں کے لیے بالکل آسان بنا دیا، اس کو ہر کوئی یاد کر سکتا ہے خواہ عربی ہو، یا عجمی، چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو، یا عورت، مال دار ہو، یا غریب۔

اس کے بہت سے نام اور مختلف اوصاف ہیں، اسے اللہ نے سارے جہان والوں کیلئے ہدایت اور نصیحت کا سامان بنایا، اللہ رب العالمین نے نبی ﷺ کی رسالت کی طرح اس کو پوری انسانیت کیلئے عام بنایا، یہ کسی ایک امت کے لیے خاص نہیں، اس کی بعض آیتیں بعض آیتوں سے ملتی جلتیں، اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں:

﴿كِتَٰبٗا مُّتَشَٰبِهٗا مَّثَانِيَ﴾

(یہ ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں والی ہے)۔[سورۃ الزمر:۲۳]

یہ واضح کتاب ہے، اس میں کوئی کجی نہیں، نہ اس میں کوئی اختلاف ہے اور نہ تناقض:

﴿وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِندِ غَيۡرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ ٱخۡتِلَٰفٗا كَثِيرٗا﴾

(اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے)۔[سورۃ النساء:۸۲]

یہ سب سے بہترین اور افضل کتاب ہے:

﴿ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحۡسَنَ ٱلۡحَدِيثِ﴾

(اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے)۔[سورۃ الزمر:۲۳]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ رب العالمین کی نازل کردہ اور

غیر نازل کردہ تمام کتابوں میں سب سے بہترین کتاب ہے"۔

اللہ رب العزت نے اسے عظیم بتلایا ہے، فرمان باری ہے:

﴿وَلَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِى وَٱلْقُرْءَانَ ٱلْعَظِيمَ﴾

(یقیناً ہم نے آپ کو سات آیتیں دے رکھی ہیں کہ دہرائی جاتی ہیں اور عظیم قرآن بھی دے رکھا ہے)۔[سورۃ الحجر:۸۷]

رب کے نزدیک اس کتاب کو ایک بلند مقام حاصل ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَإِنَّهُۥ فِىٓ أُمِّ ٱلْكِتَٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِىٌّ حَكِيمٌ﴾

(یقیناً یہ لوح محفوظ میں ہے اور ہمارے نزدیک بلند مرتبہ حکمت والی ہے)۔[سورۃ الزخرف:۴]

یہ کتاب الفاظ و معانی کے اعتبار سے بالکل واضح ہے، ہر چیز کو اس میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے، اللہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ﴾

(عام لوگوں کے لئے تو یہ قرآن بیان ہے، اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت و نصیحت ہے)۔[سورۃ آل عمران:۱۳۸]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں ہمارے لئے ہر علم اور ہر چیز کو بیان کر دیا ہے"۔

یہ کتاب حکمت والی ہے اور اس میں حکمت کی باتیں بھری پڑی ہیں:

﴿تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ ٱلْحَكِيمِ﴾

(یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں)۔[سورۃ لقمان:۲]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ہے، اس میں بھلائی اور خیر کی بڑی عمدہ باتیں ہیں، حاملین قرآن اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّهُۥ لَقُرْءَانٌ كَرِيمٌ﴾

(کہ بیشک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے)۔[سورۃ الواقعۃ:۷۷]

انسانیت کی ہدایت کے ساتھ ساتھ اس میں رحمت بھی ہے:

﴿هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

(وہ ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے ہیں)۔[سورۃ الأعراف:۵۲]

جس نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "**میں تمہارے درمیان جس چیز کو چھوڑ کر جارہا ہوں اگر اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو اس کے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔**"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

یہ کتاب عظمتِ شان والی ہے، مقام و مرتبہ کے لحاظ سے بہت بلند ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قٓ ۚ وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْمَجِيدِ﴾

(ق! بہت بڑی شان والے اس قرآن کی قسم)۔[سورۃ ق:۱]

وہ غالب ہے اور اس کے غلبہ و سربلندی کی کوئی نظیر نہیں، جو اس سے قریب ہو گیا اس نے شرف و منزلت کو پالیا:

﴿وَإِنَّهُۥ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ﴾

(یہ بڑی باوقعت کتاب ہے)۔[سورۃ فصلت:۴۱]

وہ بلند و بالا ہے اور رفعت و بلندی میں کوئی اس کا ثانی نہیں، خیر و منفعت اور برکت کی ساری چیزیں اس میں بدرجہ اتم موجود ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ مُبَارَكٌ﴾

(اور یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی ہے)۔[سورۃ الأنعام:۹۲]

جس کسی نے بھی اس کی تلاوت کی، اس کے اوپر عمل کیا اور اس کی تعلیم کو دنیا میں عام کیا وہ وسرخروئی، امن وامان اور خوشحالی سے سرفراز ہوا، ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جب عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو اسی قرآن کی تلاوت کرنے، اسے پڑھنے پڑھانے، اور امت مسلمہ کو ایک قرآن پر جمع

کرنے کی وجہ سے مشرق و مغرب میں اسلامی حکومت پھیل گئی"۔

یہ اللہ کی کتاب نورِ حیات ہے جس سے دنیا و آخرت کے نور کا سراغ لگتا ہے، اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ﴾

(تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور، اور واضح کتاب آچکی ہے)۔[سورۃ المائدۃ:۱۵]

اس سے روح کو زندگی ملتی ہے، جس نے اس کو اپنالیا گویا کہ اس کو ایک نئی زندگی مل گئی:

﴿ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾

(اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو بجالاؤ، جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں)۔[سورۃ الأنفال:۲۴]

یہ قرآن روح کی زندگی کے ساتھ ساتھ جسمانی امراض کے لیے بھی شفا ہے: "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی کو بچھو نے ڈنک مار دیا، جب اس کے اوپر سورہ فاتحہ پڑھ کر پھونکا گیا تو وہ بالکل ٹھیک ہو گیا" (متفق علیہ)، جہاں یہ وعظ و نصیحت کا سامان ہے وہیں مصائب و مشکلات اور فتنوں کے وقت دل کو قوت و ثبات عطا کرتا ہے:

﴿كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَ﴾

(تاکہ اس سے ہم آپ کا دل قوی رکھیں)۔[سورۃ الفرقان:۳۲]

قرآن ہی کے ذریعے امت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکتی ہے اور ان کے سارے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں:

﴿وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۟﴾

(اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب ملکر مضبوطی سے تھام لو، اور پھوٹ نہ ڈالو)۔[سورۃ آل عمران:۱۰۳]

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ ظاہری و معنوی ہر طور پر مکمل ہے۔"، لفظ کے اعتبار سے اس کی

آیتیں محکم اور معنی کے لحاظ سے مفصل ہیں:

﴿كِتَٰبٌ أُحۡكِمَتۡ ءَايَٰتُهُۥ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِن لَّدُنۡ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾

(یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں، پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے)۔[سورة ہود:۱]

اللہ رب العالمین نے اس قرآن کے ذریعے اگلے پچھلے، انس و جن سب کو چیلنج کیا اور کہا:

﴿قُل لَّئِنِ ٱجۡتَمَعَتِ ٱلۡإِنسُ وَٱلۡجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأۡتُواْ بِمِثۡلِ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانِ لَا يَأۡتُونَ بِمِثۡلِهِۦ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٖ ظَهِيرٗا﴾

(کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان، اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے، گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں)۔[سورة الإسراء:۸۸]

جس عقلمند نے بھی اس کو سنا وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ حق ہے، جنوں نے بھی سنا، اور ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ غور سے سنو، اور جب اپنی قوم کی طرف لوٹے تو کہنے لگے:

﴿إِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡءَانًا عَجَبٗا﴾

(ہم نے عجیب قرآن سنا ہے)۔[سورة الجن:۱]

قرآن سب سے افضل اور بہترین ذکر ہے، اس کی تلاوت سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتۡ قُلُوبُهُمۡ وَإِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتۡهُمۡ إِيمَٰنٗا﴾

(ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں، اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتیں ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں)۔[سورة الأنفال:۲]

اس کی آیتوں نے بڑے بڑے لوگوں کی آنکھوں کو اشکبار کر دیا، "ایک مرتبہ ابن مسعود رضی اللہ

عنہ نے نبی ﷺ کے سامنے سورہ نساء کی تلاوت کی اور جب اس آیت پر پہونچے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾

تو نبی ﷺ نے ابن مسعود سے فرمایا: **بس کرو**، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں"۔ (متفق علیہ)۔ "ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ جب وہ قرآن پڑھتے تو ان کے رونے کی وجہ سے پیچھے والا بمشکل سن پاتا تھا"، "اور جب جعفر الطیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے سورہ مریم کی ابتدائی چند آیتیں تلاوت کیں تو نجاشی رونے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی، ان کے راہب بھی رونے لگے، یہاں تک کہ رونے کی وجہ سے ان کے مصاحف بھیگ گئے تھے"۔ اللہ رب العالمین نے کافروں کو پناہ دینے کا بھی حکم دیا تاکہ وہ قرآن سن سکیں، فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ﴾

(اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیں یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے)۔ [سورۃ التوبۃ:٦]

یہ کتاب تمام جامع و مفید علوم وفنون کو محیط ہے، اہل علم ہی حقیقت میں اس کے معانی و مطالب سے بخوبی واقف ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾

(بلکہ یہ قرآن تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں)۔ [سورۃ العنکبوت:٤٩]

قرآن کو پڑھانے اور پڑھنے والے سب سے بہترین لوگ ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میں کا سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔"، (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

اس میں سب سے سچی خبریں، اور سب سے واضح دلائل و براہین، اور عمدہ ترین کہانیاں موجود ہیں، وہ سب سے عمدہ فصاحت وبلاغت اور حکمت کی اعلی ترین باتوں پر مشتمل ہے، شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قرآن مجید کا نظم ونسق اور اسلوب بڑا نرالا ہے، مشہور و معروف کلام سے بالکل ہٹ کر ہے،

اس جیسا اسلوب آج تک کوئی نہیں اپنا سکا، نہ وہ شعر و شاعری ہے، نہ خط و کتابت ہے اور نہ ہی لٹریچر کے قبیل سے ہے، عرب و عجم ملکر بھی اس کی نظیر نہیں پیش کر سکے، اس کے معانی کا اعجاز اس کے الفاظ کے اعجاز سے کہیں زیادہ ہے۔"۔

اللہ رب العالمین کی یہ کتاب سارے احکام کو محیط ہے، اس کے سارے فیصلے انصاف پر مبنی ہیں، اس کے اوامر ونواہی حکمت سے پر ہیں، اس کی ایک ہیبت وجلال ہے، اس کی اپنی قوت اور جمال وتاثیر ہے، اس کے مختصر الفاظ میں بھی اعجاز ہے، اور آسان سے آسان دلائل بھی ذریعہ ہدایت ہیں، یہ کھلی ہوئی نشانی اور معجزہ ہے، اس پر عمل کرنے والا عند اللہ ماجور ہے، اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے والا ہی انصاف پسند ہے، اور جس نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا وہ گمراہ ہونے سے بچ گیا، اور جو اس کے مطابق عمل کرتا ہے اس کے اوپر رب کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں:

﴿فَٱتَّبِعُوهُ وَٱتَّقُواْ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ﴾

(اس کتاب کی اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو)۔[سورۃ الأنعام: ۱۵۵]

یہ سب سے نفع بخش اور جامع ترین ذکر ہے، اللہ رب العالمین نے اس کی تلاوت کرنے والوں اور اس کے مطابق عمل کرنے والوں کی تعریفیں کی ہیں، اور ان سے اجر عظیم اور اضافی ثواب کا وعدہ فرمایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَتۡلُونَ كِتَٰبَ ٱللَّهِ وَأَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ سِرّٗا وَعَلَانِيَةٗ يَرۡجُونَ تِجَٰرَةٗ لَّن تَبُورَ ۞ لِيُوَفِّيَهُمۡ أُجُورَهُمۡ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضۡلِهِۦٓۚ﴾

(جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی خسارہ میں نہ ہوگی تاکہ ان کو ان کی اجرتیں پوری دے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دے)۔[سورۃ الفاطر: ۲۹-۳۰]

یہ ایک سودمند تجارت ہے، اس کے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے، اور ایک نیکی دس نیکی

کے برابر ہوتی ہے، اس کا سیکھنا تمام تر متاعِ دنیا سے بہتر ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے صبح کوئی شخص مسجد میں کیوں نہیں جاتا کہ وہ اللہ کی کتاب کی دو آیتیں سیکھے یا ان کی قراءت کرے تو یہ اس کے لئے دو اونٹنیوں (کے حصول) سے بہتر ہے اور یہ تین آیات تین اونٹنیوں سے بہتر اور چار آیتیں اس کے لئے چار سے بہتر ہیں اور (آیتوں کی تعداد جو بھی ہو) اونٹوں کی اتنی تعداد سے بہتر ہے"، (مسلم)، اور فرمایا: "اچھی طرح قرآن پڑھنے والا جنت میں معزز اور نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔" (متفق علیہ)۔

قرآن پڑھنے پڑھانے کی مجلسوں میں اور قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں پر رب کی رحمت و سکینت نازل ہوتی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں لوگوں کا کوئی گروہ اکٹھا نہیں ہوتا، جو قرآن کی تلاوت اور اس کا درس و تدریس کرتے ہیں مگر ان پر سکینت (کا نزول ہوتا ہے اور (اللہ کی) رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں جو اس کے پاس ہوتے ہیں ان کا ذکر کرتا ہے"، (مسلم)، اس کو سننے سے بھی رحمتیں حاصل ہوتی ہیں، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا قُرِئَ ٱلْقُرْءَانُ فَٱسْتَمِعُوا۟ لَهُۥ وَأَنصِتُوا۟ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

(اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو، اور خاموش رہا کرو، امید ہے کہ تم پر رحمت ہو)۔ [سورۃ الأعراف: ۲۰۴]

نبی ﷺ نے اپنی امت کو اس کی تلاوت کرنے اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھنے کی وصیت فرمائی، عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے جب پوچھا گیا کہ نبی ﷺ نے کس چیز کی وصیت کی؟ تو انہوں نے فرمایا: "اللہ کی کتاب (کو تھامے رہنے) کی وصیت فرمائی"۔ (متفق علیہ)، ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ کی کتاب کی وصیت سے مراد یہ ہے کہ حسی و معنوی طور پر اس کی حفاظت کی جائے، اس کی تکریم و تعظیم کی جائے، اس کی حفاظت کی جائے، اس کے مطابق عمل کیا جائے اور اس کی تلاوت پر مداومت برتی جائے، اس کو سیکھا اور سکھلایا جائے۔"

حامل قرآن کو اس کی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے،

زندگی میں اس کی عزت کی مثال یہ ہے: "**سب سے زیادہ جس کو قرآن یاد ہو وہ لوگوں کی امامت کرے۔**" (مسلم)،اور مرنے کے بعد اس کی عزت واحترام کی دلیل یہ ہے کہ: "جنگ احد میں جو صحابہ کرام شہید ہوئے تھے ان میں سے دودو کوایک ایک چادر میں رکھ کر فرماتے تھے:،،ان میں سے قرآن کا علم کس کو زیادہ تھا؟،، توجب ان میں سے کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا تولحد میں آپ اسے آگے رکھتے "(اسے بخاری نے روایت کیا ہے)،ایک انسان کا سب سے بہترین اور اچھا ساتھی صاحب قرآن ہی ہوسکتاہے،"عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر کاراور رفقائے مجلس قرّاءہی ہوا کرتے تھے۔"،(اسے بخاری نے روایت کیاہے)۔

قیامت کے دن یہ قرآن صاحب قرآن کے لیے دلیل بن کر آئے گا،اور رب کے نزدیک اس کے لیے شفارش کرے گااور اس کی سفارش قبول کی جائے گی، نبی ﷺ نے فرمایا: "**قرآن پڑھاکرو؛کیوں کہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔**" (مسلم)،صاحب قرآن جنت کے بلند ترین درجہ پر فائز ہوگا،" **صاحب قرآن سے کہاجائے گاکہ پڑھتاجااور چڑھتاجا،اوراسی طرح ٹھہر ٹھہر کرپڑھ، جیسے کہ دنیامیں پڑھاکرتاتھا،جہاں آخری آیت ختم کرے گاوہیں تیرامقام ہوگا**"۔(اسے ابوداودنے روایت کیاہے)۔

امابعد!اے مسلمانو:

قرآن کریم سے خوش ہونااوراس کی تعلیم دیناایمان کاایک بلند ترین مقام ہے،کوئی بھی آدمی قرآن سے بے نیاز نہیں ہوسکتاہے،ہمارے نبی محمد ﷺ کامل ترین عقل کے مالک تھے،لیکن اس کے باوجود بھی قرآن کے بغیر درست راہ کو نہیں پہنچ سکے،بلکہ قرآن سے آپ کو ہدایت ملی،اللہ رب العالمین کاارشاد ہے:

﴿قُلۡ إِن ضَلَلۡتُ فَإِنَّمَآ أَضِلُّ عَلَىٰ نَفۡسِيۖ وَإِنِ ٱهۡتَدَيۡتُ فَبِمَا يُوحِيٓ إِلَيَّ رَبِّيٓۚ﴾

(کہہ دیجئے کہ اگرمیں بہک جاؤں تومیرے بہکنے کاوبال مجھ پرہی ہے،اوراگرمیں راہ ہدایت پر ہوں تویہ سبب اس وحی کے جومیراپروردگارمجھے کرتاہے)۔[سورۃ سبأ:۵۰]

اور سب سے زیادہ نیک بخت وہ ہے جو سب سے زیادہ قرآن سے قریب ہو، یہ کتاب مسلمانوں کی آن بان اور شان ہے، جہاں یہ کتاب نسل انسانی کے لیے رفعت وبلندی کا ذریعہ ہے وہیں ان کے لیے فخر کا سامان بھی ہے، سوسائیٹی کے لیے امن وامان اور برکت بھی ہے، اسی میں انسیت ورفعت ہے اور اسی کو اپنانے میں رب العالمین کی خوشنودی ہے۔

أعوذ باللّٰه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان رجیم کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں)

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُم مَّوۡعِظَةٞ مِّن رَّبِّكُمۡ
وَشِفَآءٞ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ﴾

(اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے، اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفا ہے، اور رہنمائی کرنے والی ہے، اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے)۔[سورۃ یونس:۵۷]

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن مجید کو بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، اس کی شان کی تعظیم کے طور پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

اے مسلمانو!

جس نے قرآن کی اتباع کی وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی ضلالت وگمراہی اس کا مقدر بن گئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنِ ٱتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ﴾

(جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بھٹکے گا، نہ تکلیف میں پڑے گا)۔[سورۃ طہ:۱۲۳]

اس کے بغیر ہدایت کا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔

جس کا دل اس سے مستفید ہونے سے غافل ہو گیا اس کو کبھی کسی دوسری چیز کے ذریعہ ہدایت نہیں مل سکتی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ ٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ يُؤْمِنُونَ﴾

(اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے)۔[سورۃ الجاثیۃ:٦]

جس طرح قرآن صاحب قرآن کو بلند مقام ومرتبہ عطا کرتا ہے، اسی طرح جو اس سے اعراض کرتا ہے اسے پستی میں ڈال دیتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے بہت سے لوگوں کو اونچا کر دیتا ہے اور بہتوں کو اس کے ذریعے سے نیچا گراتا ہے**"۔(مسلم)۔

کلام الہی رفعت اور عظمت والا کلام ہے، جس کسی نے بھی اس کے ایک حرف کا انکار کیا، یا اس کا

مذاق اڑایا وہ کافر ہو گیا، فرمان باری تعالی ہے:

﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۞ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ﴾

(کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں، اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ یقینا تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے)۔[سورۃ التوبۃ: ۶۵-۶۶]

جس نے بھی اس کتاب کا، یا اس کتاب کے ماننے والوں کا، یا اس کی تعلیمات کا تمسخر کیا اللہ نے اسے ذلیل ورسوا کیا، اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے رب کی کتاب کی نصرت ومدد کرے، اور اسے اپنے لیے باعث فخر سمجھے تاکہ اعلی ترین مقام پر فائز ہو سکے۔

اخیر میں یہ جان لیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

رسولوں پر ایمان لانے کا بیان

انبیاورسل (1)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو عظمت وجلال میں منفرد اور صفاتِ کمال سے متصف ہے اور ہر طرح کی مثال ونظیر سے پاک ہے، میں اس کی تعریف بیان کرتا ہوں اور ایسا شکر بجالاتا ہوں جو نعمتوں کو برقرار رکھے اور ان میں اضافہ کرے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ بہت بڑا اور عظیم ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں جو اوصاف حمیدہ اور خصال کریمانہ کے مالک ہیں، اللہ آپ پر، آپ کی بہترین آل واولاد اور صحابہ پر اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ آپ کی اتباع کرنے والے تمام لوگوں پر رحمتیں نازل فرمائے۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اے اللہ کے بندو! اللہ سے کماحقہ ڈرو، جو اپنے رب سے ڈرا وہ محفوظ ہو گیا، جو اس کی طرف متوجہ ہوا وہ نصرت یاب اور ہدایت یافتہ ہو گیا اور جس نے اس کا شکر بجالایا اسے مزید عطا کر کے خوش کر دیا۔

مسلمانو!

جب بھی کسی قوم نے ظلم وتعدی اور ضلالت وگمراہی لگایا تو اللہ تعالی نے رسولوں کو مبعوث فرمایا، اللہ نے ان کے ہاتھوں مخلوقات کو ہدایت دی اور راہوں کو روشن کیا، کامیابی وسعادت کا واحد راستہ ان انبیاورسل نے ہی واضح کیا، ان کی اتباع کے بغیر رضائے الٰہی کا حصول ناممکن ہے۔

ان پر ایمان لانا ایمان کا ایک بنیادی رکن ہے، کتاب وسنت میں جس اجمال وتفصیل کے ساتھ ان کا ذکر آیا ہے اسی کے مطابق ہم ان پر اجمالا وتفصیلا ایمان لاتے ہیں۔

---

(1) یہ خطبہ 17 ربیع الاول ۱۴۲۰ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

رسولوں نے عدل وانصاف کے معیار کو قائم کیا،اللہ تعالی نے ان میں سے پچیس انبیاء ورسل کا اپنی کتاب میں ذکر فرمایا؛ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ! کتنے رسول آئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "**تین سو دس سے زائد ایک جم غفیر**"۔(احمد)

یہ نور وہدایت کا ایک مسلسل قافلہ ہے،ان میں سے پیش رو نبی نے آنے والے نبی کی خوشخبری دی، بعد میں آنے والے نے پیش رو کی تصدیق کی، وہ زبان وبیان میں فصاحت وبلاغت سے نوازے گئے تھے، وہ اپنی قوموں کے لیے نہایت شفیق ومہربان تھے، وہ شریف النسب اور اعلی خاندان سے تھے اور اللہ نے انہیں غایت درجہ جمال وکمال عطا کیا تھا:

﴿ٱللَّهُ أَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهُۥ﴾

(اللہ بہتر جانتا ہے کہ پیغمبری کا کام کس سے لے)۔[الأنعام:۱۲۴]

مسلمانو!

عبادتوں کی قبولیت کے لیے عمل اور نیت میں اخلاص پیدا کرنا اور (سنت کے مطابق اسے ادا کرنا) ایک بنیادی چیز ہے اور انبیاء ورسل اپنے معبود کے لیے اخلاص پر قائم رہنے کی سب سے زیادہ کوشش کرتے تھے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّآۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ﴾

(اے ہمارے رب ! ہم سے قبول کر، بے شک تو ہی سننے والا، جاننے والا ہے۔)۔[سورۃ البقرۃ:۱۲۷]

داعی کا حلال مال کمانا اور شبہات و محرمات سے پرہیز کرنا لوگوں میں مقبول ہونے اور دلوں میں جگہ بنانے کا سب سے اہم سبب ہے،اس لیے انبیائے کرام کسب حلال کا اہتمام کرتے تھے؛داود-علیہ السلام- صرف اپنے ہاتھ کی کمائی ہی کھاتے تھے، زکریا-علیہ السلام- بڑھئی تھے،بلکہ کوئی بھی ایسے نبی نہیں گذرے ہیں جو بکریاں نہیں چرائے ہوں:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُواْ مِنَ ٱلطَّيِّبَـٰتِ وَٱعۡمَلُواْ صَـٰلِحًا﴾

(اے رسولو! ستھری چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو)۔[سورۃ المؤمنون:۵۱]

مسلمانو!

انبیائے کرام اچھے اعمال واقوال اور حسن اخلاق کے پیکر رہے ہیں، انھوں نے جو شریعت دی وہی اخلاق وکردار کا میزان ہے، وہ دل کے سب سے نیک تھے، وہ سب سے زیادہ گہرے علم والے تھے، وہ نہایت بردبار تھے، ان کے اوصاف قابل تعریف اوراخلاق اعلی تھے، وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتے تھے؛اللہ تعالی نے یحیی –علیہ السلام- کے بارے میں فرمایا:

﴿وَبَرًّا بِوَٰلِدَيۡهِ وَلَمۡ يَكُن جَبَّارًا عَصِيّٗا﴾

(اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھےاور سرکش نافرمان نہ تھے۔)۔[سورۃ مریم:۱۴]

وہ وعدے کے سچے تھے:

﴿وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ إِسۡمَٰعِيلَۚ إِنَّهُۥ كَانَ صَادِقَ ٱلۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُولٗا نَّبِيّٗا﴾

(اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کر، بے شک وہ وعدہ کے سچے اور بھیجے ہوئے پیغمبر تھے۔)[سورۃ مریم:۵۴]

وہ حلیم وبردبار تھے:

﴿إِنَّ إِبۡرَٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّٰهٞ مُّنِيبٞ﴾

(بے شک ابراہیم بردبار نرم دل اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔)[سورۃ ہود:۷۵]

ساتھ ہی وہ فیاض وسخی بھی تھے؛ابراہیم –علیہ السلام- اپنے اہل خانہ کے پاس جاتے ہیں اور ایک موٹا بچھڑا صرف تین مہمان کو پیش کردیتے ہیں، ایک آدمی رسول اللہ ﷺ سے مال طلب کرتا ہے تو آپ ﷺ اسے بکری کا ایک اتنا بڑا ریوڑ عطا کردیتے ہیں جس سے دو پہاڑوں کے درمیان کی وادی بھر جائے، عفت وپاکدامنی ان کی علامت تھی:

﴿وَلَقَدۡ رَٰوَدتُّهُۥ عَن نَّفۡسِهِۦ فَٱسۡتَعۡصَمَ﴾

(میں نے ہر چند اس سے اپنا مطلب حاصل کرناچاہالیکن یہ بال بال بچارہا)۔[سورۃ یوسف:۳۲]

وہ وفادار تھے، دوسروں کے احسان کا خیال رکھتے:

﴿قَالَ مَعَاذَ ٱللَّهِ إِنَّهُۥ رَبِّيٓ أَحۡسَنَ مَثۡوَايَ﴾

(انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ، وہ تو میرا آقا ہے، جس نے مجھے عزت سے رکھا ہے۔)[سورۃ یوسف:۲۳]

بد سلوکی کرنے والوں اور ظالموں کو معاف کر دیا کرتے تھے:

﴿قَالَ لَا تَثۡرِيبَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡيَوۡمَۖ يَغۡفِرُ ٱللَّهُ لَكُمۡۖ وَهُوَ أَرۡحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ﴾

(کہا: آج تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تمہیں بخشے، اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔)[سورۃ یوسف: ۹۲]

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع سے قریش کے سرداروں سے فرمایا: "**جاؤ، تم سب آزاد ہو۔**"، اللہ تعالی نے انہیں کامل عقل و فہم اور وافر علوم و معارف سے نوازا تھا:

﴿فَفَهَّمۡنَٰهَا سُلَيۡمَٰنَۚ وَكُلًّا ءَاتَيۡنَا حُكۡمٗا وَعِلۡمٗاۚ﴾

(پھر ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا، اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور علم دیا تھا۔)[سورۃ الأنبیاء:۷۹]

وہ نہایت متواضع تھے، ان میں سب سے افضل نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بکری خود دوہتے، اپنا کام خود کرتے اور اپنی جوتی خود سیتے تھے۔

مسلمانو!

صبر کے ذریعہ ہی جنت حاصل کی جاسکتی ہے:

﴿وَلَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ٱلصَّٰبِرُونَ﴾

(اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں)۔[سورۃ القصص:۸۰]

تلاطم خیز فتنے اور سخت حالات میں ہی آدمیوں کی پہچان ہوتی ہے اور ایمان نکھرتا ہے، انبیائے کرام کو ان کے مخالفین نے سخت سزاؤں اور مشکلات سے دوچار کیا، ان کی تنقیص و بے عزتی کی، انہیں دھمکیاں دیں، گزند پہنچایا اور حد درجہ اذیتوں سے دوچار کیا۔

ساڑھے نو سو سال تک حضرت نوح اور ان کی قوم کے درمیان طویل بحث و مباحثہ اور سخت جھگڑا

رہا، حضرت لوط ایسی قوم میں مبعوث ہوئے جو رہزن وخائن تھی اور اپنے ہم نشینوں سے شرم وحیا کیے بغیر اپنی مجلسوں میں فواحش ومنکرات کا ارتکاب کرتی، حضرت ایوب کا صبر تو ضرب المثل ہے، جسمانی طور پر کئی طرح کی بلا ومصیبت میں مبتلا کیے گئے، مرض اتنا طول پکڑا کہ ساتھیوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اور دوستوں نے دوری بنالی، لیکن ان کا صبر وشکر مزید بڑھتا گیا اور اجر کی امید رکھتے ہوئے اللہ کی حمد وثنا اور زیادہ کرنے لگے۔ دشمنوں نے نبی اکرم ﷺ کو غزوہ احد میں لہولہان کردیا، آپ کے سامنے کے چار دانت توڑ دیے، آپ کی زندگی ہی میں آپ کی چھ اولاد وفات پا گئیں، حزن وملال سے دل بیٹھ گیا اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں، اور کتنے انبیا تو شہید کردیے گئے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَيَقۡتُلُونَ ٱلۡأَنۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقّٖ﴾

(اور وہ ناحق انبیا کو قتل کرتے ہیں)۔[سورۃ آل عمران: ۱۱۲]

لوگوں میں انبیا کرام سب سے زیادہ آزمائے گئے اور سب سے زیادہ انہوں نے صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کیا؛ آپ ﷺ نے فرمایا: **"سب سے زیادہ انبیاء ورسل پر مصیبت آتی ہے پھر جوان کے بعد مرتبہ میں ہیں پھر جوان کے بعد ہیں۔"**، (نسائی)۔

مسلمانو!

جب انسان اللہ پر مکمل توکل کرلیتا ہے، اپنے سارے معاملات اسی کے حوالہ کردیتا ہے اور اسباب اختیار کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا تو اس کے پاس آسمان سے فراخی آتی ہے، جب حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام کو رسّیوں میں جکڑ کر منجنیق کے ذریعے آگ میں پھینکا گیا تو آپ نے یہ دعا پڑھی:

﴿حَسۡبُنَا ٱللَّهُ وَنِعۡمَ ٱلۡوَكِيلُ﴾

(ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے)۔[سورۃ آل عمران: ۱۷۳]

جس کی بدولت اللہ تعالی نے اس آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والی بنادیا، رسول اللہ ﷺ کو دشمنوں کی کثرت تعداد اور لشکر کشی سے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی گئی تو آپ ﷺ نے یہی دعا پڑھی:

﴿حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴾

(ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے)۔[سورۃ آل عمران: ۱۷۳]

جس کی برکت سے اللہ نے ان کے جتھوں کو منتشر کر دیا اور ان کے مکر و فریب کو ناکام بنا دیا۔

دعا کے ذریعے کمزور طاقت ور بن جاتا ہے، غم زدہ کی زندگی میں خوشی و مسرت آجاتی ہے اور دعا باعثِ فراخی و کشادگی ہے، حضرت ایوب -علیہ السلام- نے اپنے رب کو یوں پکارا:

﴿أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴾

(مجھے روگ لگ گیا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے)۔[سورۃ الأنبياء: ۸۳]

رب نے ان کی سن لی، ان کی بیماری دور کر دی، ان کے اہل و عیال ان کے پاس واپس آگئے اور انہیں اُتنی اولاد اور عطا کی گئی۔ حضرت زکریا -علیہ السلام- نے ہڈیاں کمزور ہو جانے اور موت کے قریب آجانے کے بعد اپنے رب کو پکارا:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْوَٰرِثِينَ﴾

(اے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے)۔[سورۃ الأنبياء: ۸۹]

رب نے ان کی بھی سن لی اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کو دور کر کے یحیی جیسی اولاد عطا کی۔

مسلمانو!

کامیابی تب مکمل ہوتی ہے جب بچے نیک ہوں، یہی باقی رہنے والا نسب اور یہی دوسری عمر ہے، انبیاء و رسل اپنی قوموں کی جانب سے مشکلات اور سختیاں جھیلنے کے باوجود بھی اپنے اہل و عیال کی اصلاح سے غافل نہیں رہے، حضرت ابراہیم -علیہ السلام- نے اپنے لخت جگر اسماعیل کو خانہ کعبہ کی بنیاد بلند کرنے میں اپنے ساتھ شریک کیا، حضرت اسماعیل اپنے اہل و عیال کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیا کرتے تھے، حضرت زکریا اور ان کے اہل خانہ اپنے رب کو خوف و محبت اور عاجزی و انکساری کے ساتھ پکارا کرتے تھے۔

اللہ کے بندو!

کثرتِ عبادت اللہ سے صدقِ دل کے ساتھ لو لگانے کی دلیل ہے، حضرت ابراہیم –علیہ السلام- اللہ کی خوب عبادت کیا کرتے تھے، حضرت داود –علیہ السلام- ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہیں رکھتے اور ہمارے رسول ﷺ اتنا لمبا قیام اللیل فرماتے کہ آپ کے قدم سوج جاتے۔

لہذا ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ انبیا کے طریقے کی پیروی کرے، ان کے صبر جیسا صبر کرے اور ان کے اخلاق کریمانہ سے متصف ہو تاکہ ان کے قافلہ میں شریک ہو سکے:

﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقۡتَدِهۡ﴾

(یہی لوگ ایسے تھے جن کو اللہ تعالی نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی ان ہی کے طریقے پر چلیے)۔[سورۃ الأنعام:۹۰]

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہو)

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقٗا﴾

(اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہو تو ایسے لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا جو نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے ہیں، اور یہ رفقا کتنے اچھے ہیں)۔[سورۃ النساء:۶۹]

اللہ تعالی قرآن کریم کو میرے اور آپ کے لیے بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

میں اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں جیسا کہ ہمارا پروردگار پسند کرتا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، دنیا وآخرت میں وہی تعریف کا مستحق ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں رحمت وہدایت کے ساتھ بھیجا گیا، آپ پر، آپ کی آل واولاد اور تمام صحابہ کرام پر اور ان کے طریقے پر چلنے والوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

امابعد!

مسلمانو!

تمام آسمانی نبوتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی جائے جو تنہا ہے، اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس کے علاوہ تمام معبودان باطلہ کو چھوڑ دیا جائے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ﴾

(اور ہم نے تم سے پہلے ایسا کوئی رسول نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو)۔[سورۃ الأنبیاء:۲۵]

انبیا کو ان کے مقام سے نہ بلند کیا جائے اور نہ ہی ان کے مرتبے سے انہیں گرایا جائے، وہ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں، نہ ان کی تکذیب کی جائے اور نہ ہی ان کی کسی طرح کی عبادت کی جائے؛ اللہ کو چھوڑ کر نہ انہیں پکارا جائے اور نہ ان سے مدد طلب کی جائے، نہ ان کے لیے نذر ونیاز مانی جائے اور نہ ہی ان کی قسم کھائی جائے اور نہ ہی ان سے شفا طلب کی جائے۔

انسانوں کو جو چیزیں لاحق ہوتی ہیں وہ انبیا کو بھی لاحق ہوتی ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم –علیہ

السلام- کے مہمانوں نے جب کھانا نہیں کھایا تو وہ ڈر گئے، "**ایک نبی نے کسی درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا تو انہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا**"۔(بخاری ومسلم)، ہمارے نبی ﷺ نماز میں بھول گئے اور فرمایا: "**میں بھی انسان ہوں، میں بھی بھولتا ہوں جیسے تم لوگ بھولتے ہو، اس لیے اگر میں بھولوں تو یاد دلا دینا**"، (بخاری ومسلم)، انبیا کھاتے پیتے تھے، انہیں بھی بھوک لگتی تھی، انہیں غم لاحق ہوتا تھا، وہ بھی روتے تھے، وہ بیمار ہوتے تھے اور ان پر بھی موت بھی طاری ہوئی، تمام انبیا کے باپ ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿وَٱلَّذِى هُوَ يُطۡعِمُنِى وَيَسۡقِينِ * وَإِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِينِ *
وَٱلَّذِى يُمِيتُنِى ثُمَّ يُحۡيِينِ﴾

(اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا)۔[سورۃ الشعراء:۷۹-۸۱]

اور ہمارے نبی محمد ﷺ نے اپنی صاحب زادی سے فرمایا: "**اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جو مانگنا ہے مانگ لے، میں اللہ کے پاس تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔**"، (بخاری)۔

اللہ پاک ہی نفع و نقصان کا مالک ہے، تمام امور اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی عطا کرتا اور وہی محروم کرتا ہے اور وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِن يَمۡسَسۡكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَۖ وَإِن يُرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهِۦۚ
يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنۡ عِبَادِهِۦۚ وَهُوَ ٱلۡغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ﴾

(اور اگر اللہ تمھیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے ہٹانے والا کوئی نہیں، اور اگر تمھیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں، اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے، اور وہی بخشنے والا مہربان ہے)۔[سورۃ یوسف:۱۰۷]

اخیر میں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالی نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق (1)

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ ان پر اور ان کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر بے شمار درود وسلام نازل فرمائے۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے، کیوں کہ راہ ہدایت کی پیروی سے نعمتیں ملتی ہیں اور ہوا پرستی سے شقاوتیں حاصل ہوتی ہیں۔

مسلمانو!

اللہ کے اپنے بندوں پر عظیم انعامات واحسانات ہیں، ان میں سے ایک بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اللہ کا تعارف پیش کریں اور اس کی توحید کی دعوت دیں، اللہ اور مخلوق کے درمیان یہی انبیا واسطہ اور سفیر ہیں، جن کے واسطے سے اللہ کے اوامر ونواہی ہم تک پہنچتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

(اور تحقیق کہ ہم نے ہر امت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو)۔ [سورۃ النحل: ۳۶]

(1) یہ خطبہ جمعہ کے دن 3 ربیع الآخر 1436 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

دنیا وآخرت کی سعادت وکامیابی انبیاء ورسل کے ذریعہ ہی حاصل ہوسکتی ہے، تفصیلی طور پر اچھے اور برے کی معرفت ان سے ہی حاصل ہوتی ہے، ان کی اتباع کیے بغیر اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنا ناممکن ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "رسالت ونبوت بندوں کے لیے ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، بندوں کے لیے اس کی ضرورت ہر چیز کی ضرورت پر مقدم ہے، رسالت دنیا کے لیے روح، روشنی اور زندگی ہے، دنیا والوں کی بقا رسولوں کے آثار ونقوش کی بقا پر منحصر ہے، اس دنیائے آب گل سے جب رسولوں کے آثار مٹ جائیں گے اور مکمل طور پر ختم ہو جائیں گے تو اللہ تعالی زمین وآسمان کو برباد کرکے قیامت برپا کردے گا۔"۔

سب سے افضل رسول ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں، آپ ﷺ ہی کی وجہ سے امت محمدیہ کو عزت وشرف اور علو مرتبت حاصل ہے، ابن کثیر –رحمہ اللہ- فرماتے ہیں: "اس امت کو اپنے نبی محمد ﷺ کی وجہ سے خیر کے تمام امور میں سبقت حاصل ہوئی ہے۔"، آپ ﷺ کی فضیلت کی بدولت ہی آپ کے ساتھیوں کو سب سے اچھے ساتھی ہونے کی فضیلت حاصل ہوئی، آپ کے عہد کے لوگ افضل لوگ قرار پائے، انہیں یہ مقام صرف آپ کی وجہ سے ملا اور آپ ﷺ پر اللہ کا فضل ہی ہے کہ قیامت کے دن نبیوں میں سب سے زیادہ آپ کے پیروکار ہوں گے۔

اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کے درمیان سے چنا اور اولاد آدم کا سردار بنادیا اور ساری مخلوق پر آپ کو فوقیت دی، چنانچہ آپ سب سے افضل قرار پائے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کا، اور بنی کنانہ میں سے قریش کا، اور قریش میں سے بنی ہاشم کا، اور بنی ہاشم میں سے میرا انتخاب فرمایا۔"**، (مسلم)۔

اللہ نے آپ کو عظمت عطا کرتے ہوئے آپ کی عمر کی قسم کھائی، اللہ نے قرآن میں دوسرے انبیا کی طرح صرف نام لے کر آپ کو نہیں پکارا، بلکہ نبی ورسول کہہ کر ہی آپ کو پکارا، اللہ نے آپ کا سینہ کشادہ کردیا، آپ کے گناہوں کو معاف کیا اور آپ کا ذکر بلند کیا اور تمام انبیا سے آپ پر ایمان لانے کا عہد وپیمان لیا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ ۚ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِى ۖ قَالُوٓا۟ أَقْرَرْنَا ۚ﴾

(اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمھیں کتاب اور علم سے دوں پھر تمھارے پاس پیغمبر آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمھارے پاس ہے تو اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیا: تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے اقرار کیا)۔[سورۃ آل عمران:۸۱]

ابن کثیر —رحمہ اللہ- فرماتے ہیں: "آپ ﷺ امام اعظم ہیں، آپ کسی بھی زمانے میں آتے تو واجب الاطاعت اور تمام انبیا پر مقدم ہوتے، اسی وجہ سے اسراء کی رات جب بیت المقدس میں سب اکٹھا ہوئے تو آپ ہی سب کے امام قرار پائے"۔

اللہ نے آپ پر ختمِ نبوت ورسالت کی مہر لگادی:

﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ﴾

(محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں)۔[سورۃ الأحزاب:۴۰]

آپ کے ذریعہ دین کو مکمل کیا:

﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ۚ﴾

(آج میں تمھارے لیے تمھارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمھارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے)۔[سورۃ المائدۃ:۳]

معجزات کے ذریعہ آپ کی تائید کی، آپ پر سب سے بہترین کتاب نازل فرمائی، آپ پر نازل شدہ دین کی حفاظت کی اور آپ کی نصرت کا وعدہ کیا۔

آپ ﷺ پر ایمان لانا، آپ سے محبت کرنا اور آپ کی تصدیق کرنا دین کا ایک نبیادی رکن ہے، اللہ

کی وحدانیت کی گواہی اور آپ کی رسالت کی گواہی دونوں کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے، اللہ نے آپ کو عرب وعجم اور انس وجن سب کے لیے رسول بنا کر بھیجا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾

(آپ کہہ دیجئے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف بھیجا گیا رسول ہوں)۔[سورۃ الأعراف:۱۵۸]

اللہ نے آپ کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، جس کے نتیجے میں لوگوں کو آپ کی رسالت سے فائدہ پہنچا اور مومنوں پر خصوصی رحم وکرم ہوا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ﴾

(وہ ایمان والوں کے لیے سراپا رحمت ہیں)۔[سورۃ التوبۃ:٦١]

آپ ﷺ نے امت کو ہر طرح کی خیر وبھلائی کی رہنمائی کی اور ہر طرح کے شر سے آگاہ فرمایا، آپ نے فرمایا: "**میرے پاس جو بھی خیر وبھلائی ہوگی میں اسے ہرگز تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا**"، (بخاری ومسلم)۔

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور آپ کی پیروی نہ کرے، اللہ نے اسے جہنم کی وعید سنائی ہے، اللہ عزیز وبرتر کا فرمان ہے:

﴿وَمَن لَّمْ يُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ فَإِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ سَعِيرًا﴾

(اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی ایسے کافروں کے لیے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے)۔[سورۃ الفتح:۱۳]

اہل کتاب یہود ونصاری پر بھی واجب ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی اتباع کریں، فرمان نبوی ہے: "**قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری امت میں سے کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری شریعت پر ایمان لائے بغیر مر گیا، تو وہ جہنم میں جائے گا**۔" (مسلم)۔

کسی بھی زمانہ میں، کسی بھی وقت میں، رات ہو یا دن، سفر ہو یا حضر، جلوت ہو یا خلوت، اجتماعی معاملات ہوں یا انفرادی کبھی بھی نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے سے لوگ بے

نیاز نہیں ہو سکتے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: "لوگوں کو کھانے پینے بلکہ سانس لینے سے زیادہ رسالت و نبوت پر ایمان لانے کی ضرورت ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والوں اور آپ کی اطاعت سے رو گردانی کرنے والوں کی سزا جہنم ہے"۔

نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ اللہ نے ہمارا تزکیہ فرمایا اور ہمیں وہ چیزیں سکھلائیں جو ہم نہیں جانتے تھے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ﴾

(وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، اور بے شک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے)۔[سورۃ الجمعۃ: ۲]

امام شافعی فرماتے ہیں: "تمام ظاہری و باطنی نعمتیں جن سے ہم نے دین و دنیا میں فائدہ اٹھایا، یا دین و دنیا کی یا ان میں سے کسی ایک کی کوئی ناپسندیدہ چیز ان نعمتوں کے ذریعہ دور کیا تو ان کا سبب محمد ﷺ ہیں اور ان نعمتوں کو حاصل کرنے اور رشد و ہدایت سے بہرہ ور ہونے میں ہمارے قائد و رہبر آپ ہی ہیں"۔

اطاعت کے بغیر انسان کا نبی ﷺ پر ایمان مکمل نہیں ہوتا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾

(جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی)۔[سورۃ النساء: ۸۰]

اللہ نے قرآن کریم میں تیس سے زائد مقامات پر آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اپنی اطاعت کو آپ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے اور اپنی مخالفت کو آپ ﷺ کی مخالفت کے ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے، جس نے بھی آپ کی اطاعت کی وہ کامیاب ہو گیا:

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

(اور جو بھی اللہ اوراس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی)۔[سورۃ الأحزاب:۷۱]

سب سے عظیم، سب سے مؤکد اور سب سے بنیادی تقوی یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی جائے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾

(رسول جو کچھ تمہیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ)۔[سورۃ الحشر:۷]

اسی میں انسان کی زندگی اور سعادت ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾

(اے ایمان والو! اللہ اور رسول کا حکم مانو جس وقت تمہیں اس کام کی طرف بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے)۔[سورۃ الأنفال:۲۴]

آپ کی مخالفت سے فتنے اور فساد برپا ہوتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

(جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آ ئے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے)۔[سورۃ النور:۶۳]

جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اسے اللہ ذلیل کر دے گا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحَآدُّونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُو۟لَٰٓئِكَ فِى ٱلْأَذَلِّينَ﴾

(بے شک جو لوگ اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہی لوگ ذلیلوں میں ہیں)۔[سورۃ المجادلۃ:۲۰]

جو آپ کی سنت سے منہ موڑے گا اس کے لیے نبی ﷺ کی براءت کی وعید ہے، فرمان نبوی ہے:

"**جس نے میری سنت سے اعراض کیا، وہ مجھ سے نہیں۔**"، (بخاری ومسلم)۔

آپ ﷺ کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اسی طریقے سے کی جائے جو آپ نے بتلایا ہے، بدعت اور اپنی خواہش کے مطابق عبادت نہ کی جائے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے سامنے کسی کی

رائے کی کوئی اہمیت نہیں، آپ نے فرمایا: "**جس نے کوئی ایسا عمل کیا، ہمارا دین جس کے مطابق نہیں، تو وہ مردود ہے۔**"(مسلم)۔

آپ ﷺ کی محبت دین کے اہم واجبات میں سے ہے، یہاں اصل محبت کافی نہیں ہے بلکہ یہ واجب ہے کہ آپ کی محبت تمام مخلوق حتی کہ اپنی ذات سے بھی زیادہ ہو، فرمان بنوی ہے: "**تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں**"، (متفق علیہ)، انسان ایمان کی حلاوت وچاشنی اسی محبت کے ذریعہ پاسکتا ہے، فرمان نبوی ہے: "**تین خصوصیتیں ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں گی وہ ایمان کی شیرینی پالے گا اول یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اسے سب سے زیادہ عزیز ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ کسی شخص سے محبت صرف اللہ ہی کے لیے کرے۔ تیسرے یہ کہ اسے کفر کی طرف لوٹ کر جانا اتنا ناگوار ہو جیسے آگ میں پھینک دیا جانا۔**"(بخاری و مسلم)۔

سچی محبت اطاعت و پیروی ہی سے ظاہر ہوتی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾

(کہہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تا کہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے)۔[سورۃ آل عمران:۳۱]

جو آپ ﷺ سے سچی محبت کرے گا اسے آپ کے ساتھ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا، ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! اس آدمی کے بارے آپ کا کیا خیال ہے جس نے کچھ لوگوں سے محبت کی لیکن ان سے ملاقات نہیں کر سکا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "**انسان کو اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے**"، (بخاری و مسلم)۔

آپ ﷺ سے محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ پر اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لایا جائے، آپ کی اطاعت پر قائم رہا جائے، آپ کی سنت و منہج کو ترجیح دی جائے، آپ کے علوم کی نشر واشاعت کی جائے، آپ کے احکامات کی تعظیم کی جائے اور آپ کے دوستوں سے محبت اور دشمنوں سے دشمنی رکھی

جائے، آپ نے فرمایا: "دین خیر خواہی کا نام ہے" لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کن کے لیے؟ آپ نے فرمایا: "اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مومنوں کے حاکموں کے لیے اور ان کے عام لوگوں کے لیے"، (مسلم)۔

آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر دین کی بنیاد اور آپ کی بعثت کے مقاصد میں سے ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۞ لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾

(بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت کرو اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرو)۔[سورۃ الفتح: ۸-۹]

حلیمی ـــ رحمہ اللہ ـ کہتے ہیں: "ہمارے اوپر رسول اللہ ﷺ کے حقوق آقاؤوں کے اپنے غلاموں پر اور باپ کے اپنی اولاد پر جو حقوق ہیں ان سے کہیں زیادہ محترم و معظم اور واجب و لازم ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالی نے ہمیں ان کے ذریعے سے آخرت میں جہنم سے نجات دی اور دنیا میں ہماری جان، جسم، آبرو، مال اور اہل و عیال کی حفاظت کی، ہمیں ایسے امور کی رہنمائی کی کہ اگر ہم نے ان میں آپ کی اطاعت کی تو جنت کے مستحق ہوں گے"۔

آپ ﷺ کی قدر و منزلت سب سے زیادہ صحابہ کرام نے سمجھا، عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "اللہ کی قسم! میں تو بادشاہوں کے پاس بھی حاضر ہوا ہوں، قیصر و کسری اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے رفقائے مجلس اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد کی تعظیم ان کے صحابہ کرتے ہیں۔ وہ بولتے ہیں تو ان کے صحابہ اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں۔ مارے تعظیم کے وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے بھی نہیں۔" (بخاری)۔

آپ ﷺ سے سب سے زیادہ صحابہ کرام نے محبت کی، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"میری نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب اور معظم نہیں تھا۔ میں آپ کے جلال کی وجہ سے آپ کو جی بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ میں آپ کے اوصاف بیان کروں تو میں بیان نہیں کر سکتا تھا، اس لئے کہ میں جی بھر کر آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔"، (مسلم)۔

جس انصاف پسند آدمی نے بھی آپ ﷺ کی سیرت وسنت کو جانا یا سنا وہ آپ کی تعظیم کیے بغیر نہیں رہ سکا، نصاری کے بادشاہوں نے آپ کے بارے میں سنا تو آپ کی تعظیم کی، ہرقل نے کہا: "اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے دونوں پاؤوں دھوتا"، (بخاری ومسلم)۔

ابن حجر —رحمہ اللہ- کہتے ہیں: "انہوں نے صرف دونوں پاؤوں کے دھونے کا ذکر کیا، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر وہ آپ تک صحیح سلامت پہنچ پاتا تو وہ آپ سے کوئی حکومت اور جاہ و منصب نہیں طلب کرتا، بلکہ صرف آپ کی برکت طلب کرتا"۔

آپ ﷺ کے ساتھ اصل ادب یہ ہے کہ مکمل طور پر آپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے، آپ کے حکم پر لبیک کہا جائے اور آپ کی بتائی ہوئی خبروں کی تصدیق کی جائے، آپ کے ساتھ ادب اختیار کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ آپ کی کسی بات پر اشکال نہ پیدا کیا جائے بلکہ آپ کے فرمان کے سامنے لوگوں کے آرا پر اشکال پیدا کیا جائے، آپ کی بات کے مقابلے میں قیاس نہ پیش کیا جائے، آپ کی باتوں کو قبول کرنے میں کسی کی موافقت کا انتظار نہ کیا جائے، ابن قیم —رحمہ اللہ- فرماتے ہیں: "عقل کا وحی کے ساتھ وہی تعلق ہے جو ایک جاہل مقلد کا ایک عالم مفتی کے ساتھ ہوتا ہے، بلکہ اس سے بھی انتہائی کم درجہ ہے۔"۔

آپ کا ایک عظیم ترین حق یہ ہے کہ: آپ کو بندگی اور پیغامبری کا وہی مقام دیا جائے جس پر اللہ نے آپ کو فائز کیا، چنانچہ آپ کو ربوبیت کے مقام تک نہ پہنچایا جائے کہ اللہ کو چھوڑ کر آپ کو پکارا جائے، اور نہ ہی آپ کے مقام ومرتبہ کو گھٹایا جائے کہ آپ کی اتباع وپیروری ترک کر دی جائے۔

امابعد، مسلمانو!

ہمارے نبی محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ نے ان سے محبت کی اور ہمیں بھی ان سے محبت

کرنے کا حکم دیا، انہیں مبعوث فرمایااور ہمیں ان کی تصدیق کا حکم دیا، ان کی تائید کی اور ہمیں ان کی شریعت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا، انہیں معزز بنایااور ہمیں ان کا دفاع کرنے کا حکم دیااور کوئی بھی ان پر ایمان لائے بغیراوران کے نقش قدم پر چلے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتاہوں)

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾

(تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں)۔[سورۃالتوبۃ:۱۲۸]

اللہ تعالی قرآن کریم کو میرے اور آپ کے لیے بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، اس کی شان کی تعظیم کے طور پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کی شان نرالی ہے، اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور تمام صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

اے مسلمانو!

انسان کی دنیاوی واخروی کامیابی کے لیے رسالت وپیغامبری ضروری ہے، جس طرح آخرت کی کامیابی اتباعِ رسالت کے بغیر ممکن نہیں، اسی طرح دنیا کی کامیابی اتباع رسالت کے بغیر ممکن نہیں، عزت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں پنہاں ہے، آدمی جس قدر نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرے گا اسی قدر اس کا درجہ بلند ہوگا۔

جو شخص نبی ﷺ سے یا آپ کے طریقے سے بغض رکھے گا اللہ تعالی اسے ذلیل ورسوا اور بے عزت کرے گا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلۡأَبۡتَرُ﴾

(بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے)۔ [سورۃ الکوثر: ۳]

ہر امت نے اپنے نبی اور ان کے ساتھیوں کی تعظیم کی، اور اس امت کے لیے سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ وہ اپنے نبی کی تعظیم کرے اور صحابہ کرام سے محبت کرے، اسی میں اس کی بلندی، سعادت اور دیگر قوموں سے آگے بڑھنے کا راز پوشیدہ ہے۔

اخیر میں یہ یاد رہے کہ اللہ نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری(1)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جس کو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تنہا اور اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور بیش بہا درود وسلام نازل ہو آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور تمام صحابہ کرام پر۔

امابعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے کما حقہ ڈرو، تقویٰ ہی بہترین زاد راہ ہے اور بہترین عمل وہ ہے جسے اللہ کے لیے اخلاص کے ساتھ ادا کیا گیا ہو۔

مسلمانو!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، انہیں اپنے اوامر بجالانے کا حکم دیا اور اطاعت وفرماں برداری کرنے والوں کے لیے سعادت وکامیابی کو واجب قرار دیا، اللہ کی اطاعت وہ مضبوط قلعہ ہے کہ جو اس میں داخل ہو گیا وہ مامون ہو گیا اور جس نے اسے ادا کیا وہ نجات پا گیا، یہ سراپا خیر ہے، اس میں کوئی نقصان نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَاذَا عَلَيۡهِمۡ لَوۡ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَأَنفَقُواْ مِمَّا رَزَقَهُمُ ٱللَّهُ﴾

(اور اگر یہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لے آتے اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا)۔ [سورۃ النساء:۳۹]

(1) یہ خطبہ 23 ربیع الاول 1435 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

روئے زمین پر پائے جانے والی ہر خیر و بھلائی کا سبب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے اور جو بھی شر، تکلیف والم اور غم انسان کو لاحق ہوتا ہے اس کا سبب رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے، ابن القیم —رحمہ اللہ- فرماتے ہیں: "جو دنیا اور اس میں رونما ہونے والے شر ور و فتن پر غور و فکر کرے گا وہ یہ جان لے گا کہ دنیا کے ہر شر کا سبب رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور ان کی اطاعت سے رو گردانی ہے۔"۔

اللہ نے اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے انہیں اپنی اطاعت کا حکم دیا تاکہ انہیں خیر و بھلائی نصیب ہو، اللہ تعالی نے جب فرمایا:

﴿ٱسۡتَجِيبُواْ لِرَبِّكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَ يَوۡمٞ لَّا مَرَدَّ لَهُۥ مِنَ ٱللَّهِۚ﴾

(اس سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو کہ وہ دن آجائے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔)۔[سورة الشوری:۴۷]

تو مومنوں نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا اور کامیاب ہو گئے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوۡلَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذَا دُعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ أَن يَقُولُواْ سَمِعۡنَا وَأَطَعۡنَاۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾

(مومنوں کی بات تو یہی ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا، اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں)۔[سورة النور:۵۱]

اسی تابعداری کے ذریعہ اللہ نے ان کے مردہ دلوں کو زندہ کیا اور انہیں بلند مقام و مرتبہ عطا کیا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسۡتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيكُمۡ﴾

(اے ایمان والو! اللہ اور رسول کا حکم مانو جس وقت تمہیں اس کام کی طرف بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے)۔[سورة الأنفال:۲۴]

جو اپنے رب کی فرمانبرداری میں جلدی کرتا ہے، وہ اس کی ہدایت میں اضافہ کر دیتا ہے، ارشاد باری

تعالی ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ ٱهْتَدَوْا۟ زَادَهُمْ هُدًى وَءَاتَىٰهُمْ تَقْوَىٰهُمْ﴾

(اور جو راستہ پر آگئے ہیں اللہ انہیں اور زیادہ ہدایت دیتا اور انہیں پرہیزگاری عطا کرتا ہے)۔[سورۃ محمد:١٧]

شیخ الاسلام –رحمہ اللہ- فرماتے ہیں: "آدمی اپنے نبی محمد ﷺ کی جس قدر اتباع وفرماں برداری کرے گا اسی قدر اس میں اخلاص وللہیت پیدا ہوگی اور آپ ﷺ کی پیروی سے جس قدر دور ہوگا اسی کے بقدر اس کی دینداری میں کمی آئی گی"۔

جو اپنے رب کی پکار پر لبیک کہے گا اس کی دعا قبول ہوگی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَيَسْتَجِيبُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ﴾

(اور ان کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے)۔[سورۃ الشوری:٢٦]

یعنی: ان کی دعا قبول کرتا ہے۔

﴿وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِۦ﴾

(اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے)۔[سورۃ الشوری:٢٦]

بلکہ اس سے محبت کرتا ہے، اس پر رحم کرتا ہے اور قیامت کے دن اسے جنت میں داخل کرے گا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لِلَّذِينَ ٱسْتَجَابُوا۟ لِرَبِّهِمُ ٱلْحُسْنَىٰ﴾

(جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا ان کے واسطے بھلائی ہے)۔[سورۃ الرعد:١٨]

یعنی: ان کے لیے جنت ہے۔

انبیا ورسول- علیہم السلام- اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں جلدی کرتے تھے، اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:

﴿أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾

(جب اسے اس کے رب نے کہا: فرمانبردار ہو جا تو کہا: میں جہانوں کے پروردگار کا فرمانبردار ہوں)۔[سورۃ البقرۃ:۱۳۱]

اللہ نے انہیں اپنے اکلوتے لخت جگر کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کا حکم دیا تو انہیں ذبح کرنے کے لیے پیشانی کے بل لٹادیا اور ان کے لخت جگر اسماعیل -علیہ السلام- نے ان سے کہا:

﴿يَٰٓأَبَتِ ٱفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُۖ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾

(اے ابا! جو حکم آپ کو ہوا ہے کر دیجیے، آپ مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے)۔[سورۃ الصافات:۱۰۲]

حضرت موسی علیہ السلام نے اپنے رب کو خوش کرنے میں سبقت کرتے ہوئے کہا:

﴿وَعَجِلۡتُ إِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضَىٰ﴾

(اور اے میرے رب! میں جلدی تیری طرف آیا تاکہ تو خوش ہو)۔[سورۃ طہ:۸۴]

اللہ تعالی نے نبیوں سے یہ عہد وپیمان لیناکہ اگران کے درمیان ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو وہ سب آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی مدد کریں گے،اس پر ان سبھوں نے کہاکہ:

﴿أَقۡرَرۡنَا﴾

(ہم نے اقرار کیا)۔[سورۃ آل عمران:۸۱]

اللہ تعالی نے ہمارے نبی محمد ﷺ سے فرمایا:

﴿قُمۡ فَأَنذِرۡ﴾

(اٹھو اور (کافروں کو) ڈراؤ۔)[سورۃ المدثر:۲]

توچنانچہ آپ لوگوں کی طرف توحید کی دعوت دینے کے لیے نکل پڑے، نیز آپ سے فرمایا:

﴿قُمِ ٱلَّيۡلَ إِلَّا قَلِيلٗا﴾

(رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ۔)[سورۃ المزمل:۲]

توآپ قیام اللیل کا اس قدر اہتمام کرنے لگے کہ آپ کے قدم سوج جایا کرتے تھے۔

حضرت عیسی -علیہ السلام- کے حواریوں نے ان کی بات پر لبیک کہا؛ عیسی نے ان سے کہا:

﴿مَنْ أَنصَارِيٓ إِلَى ٱللَّهِ ۖ قَالَ ٱلْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ﴾

(اللہ کی راہ میں میرا کون مدد گار ہے؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، ہم اللہ پر یقین لائے)۔ [سورۃ آل عمران: ۵۲]

جنات نے ایک دوسرے کو اللہ کی پکار کو قبول کرنے پر ابھارا:

﴿يَـٰقَوْمَنَآ أَجِيبُوا۟ دَاعِيَ ٱللَّهِ وَءَامِنُوا۟ بِهِۦ
يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

(اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کو مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا)۔ [سورۃ الأحقاف: ۳۱]

صحابہ کرام –رضی اللہ عنہم- کا فضل وشرف سے مشرف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی صحبت اختیار کی، اپنے اندر اخلاص پیدا کیا اور اللہ ورسول کی ہر بات ماننے میں سبقت کی، اسی وجہ سے اللہ کے یہاں ان کا مقام بلند ہوا، انہیں خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم دیا گیا، جیسے ہی حالت نماز میں تبدیلی قبلہ کی خبر سنی فورا بیت المقدس سے رخ پھیر کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور اگلی نماز تک تعمیل حکم کو موخر نہیں کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے صدقہ پر ابھارا تو انہوں نے اپنے قیمتی مال لٹا دیے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آدھا مال اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال صدقہ کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "**جو کوئی غزوہ تبوک کے لیے لشکر تیار کرے اس کے لیے جنت ہے**، تو عثمان رضی اللہ عنہ نے لشکر کو ساز وسامان سے تیار کر دیا"۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

جب اللہ کا یہ قول نازل ہوا:

﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾

(ہر گز نیکی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی محبوب چیز میں سے کچھ خرچ کرو)۔ [سورۃ آل عمران: ۹۲]

تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: "اے اللہ کے رسول! میرا سب سے زیادہ محبوب مال بیر حاء باغ ہے، اور وہ اللہ کے لیے صدقہ ہے"۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے کم عمر ساتھیوں کو قیام اللیل کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا تو وہ رات میں اللہ کی بکثرت عبادت کرنے لگے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹے تھے، آپ ﷺ نے ان سے کہا: **"عبداللہ اچھا آدمی ہے، کاش کہ وہ تہجد پڑھنے کا التزام کرے"**، اس لطیف اشارے کے بعد وہ رات میں بہت کم سویا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)۔

انہوں نے اللہ کی اطاعت میں اپنی جانیں نبی اکرم ﷺ پر نچھاور کر دیں، مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ مشرکین پر بددعا کرتے ہوئے نبی ﷺ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں: "ہم ایسا نہیں کہتے ہیں جیسا کہ موسی کی قوم نے کہا:

﴿فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَـٰتِلَآ إِنَّا هَـٰهُنَا قَـٰعِدُونَ﴾

(تو اور تیرا رب جائے اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔) [سورۃ المائدۃ: ۲۴]

بلکہ ہم آپ کے دائیں، بائیں، اور آگے پیچھے سے آپ کا دفاع کریں گے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کی اس بات نے نبی ﷺ کو خوش کر دیا اور آپ کا چہرہ دمک اٹھا۔" (متفق علیہ)۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو جن اقوال وافعال سے منع کیا، ان سے وہ بلا چوں چرا رک گئے، زمانہ جاہلیت میں وہ اپنے باپ دادا کی قسم کھایا کرتے تھے اور ان کی زبان اس کی عادی ہو چکی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: **"اللہ تعالی تمہیں اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے"**۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے آپ ﷺ کو اس سے منع کرتے ہوئے سنا اللہ کی قسم میں نے اس وقت سے کبھی یاد رہتے ہوئے اس کی قسم نہیں کھائی اور نہ ہی اس قبیل کی کوئی قسم میں نے دوسروں سے نقل کی" (متفق علیہ)۔

انہوں نے قحط وبھوک کے دن میں بھی نبی ﷺ کے منع کرنے کی وجہ سے پکا ہوا کھانا چھوڑ دیا، جنگ خیبر میں پالتو گدھے حلال تھے، انہیں ذبح کرکے پکایا، اور رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی: "**اللہ اور اس کے رسول تمہیں گدھے کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں، کیوں کہ یہ ناپاک ہیں**" —شیطانی عمل ہے- حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد گوشتوں سے بھری ہوئی ہانڈیاں گوشت سمیت انڈیل دی گئیں"۔(متفق علیہ)۔

اسلام کے ابتدائی دور میں شراب جائز تھی، صحابہ کرام نے گلیوں میں ایک آدمی کو شراب سے منع کرتے ہوئے سنا اور سنتے ہی شراب بہادی، ابو النعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "میں ابو طلحہ کے گھر میں ساقی قوم تھا، شراب کی حرمت نازل ہوئی، تو ایک منادی کو حکم دیا گیا، اس نے آواز لگائی، ابو طلحہ نے کہا: باہر نکلو، دیکھو یہ کیسی آواز ہے؟ وہ کہتے ہیں: میں باہر نکلا پھر آکر کہا: منادی آواز لگا رہا ہے: سنو شراب حرام ہو گئی ہے، تو ابو طلحہ نے مجھ سے کہا: جاؤ اور شراب انڈیل دو، وہ کہتے ہیں: پھر مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔"(متفق علیہ)، ایک دوسری روایت میں ہے: "اس ایک آدمی کی خبر کے بعد صحابہ نے اس کے بارے میں نہ بازپرس کی اور نہ ہی کوئی سوال کیا"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے کچھ کہے بغیر لباس وپوشاک میں آپ کی اتباع کیا کرتے تھے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی اور جب پہنتے تو اس کا نگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیلی کی طرف رکھتے، پھر ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی اتار ڈالی اور فرمایا: "**میں اس انگوٹھی کو پہنتا تھا اور اس کا نگ اندر کی طرف رکھتا۔**" پھر اس کو پھینک دیا اور فرمایا: "**قسم اللہ کی اب میں اس کو کبھی نہ پہنوں گا۔**" یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔"(متفق علیہ)۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب نبی ﷺ کا یہ فرمان سنا تو اپنی وصیت لکھ لی: "**ہر مسلمان شخص کا حق ہے کہ اگر وہ کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے تو دو راتیں بھی نہ گزرنے دے مگر اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی محفوظ ہونی چاہیے۔**"، ابن عمر کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سننے کے بعد

ایک رات بھی نہیں گذری تھی کہ میری وصیت میرے پاس لکھی ہوئی تھی۔(متفق علیہ)۔

صحابہ کرام -رضی اللہ عنہم- نے نبی ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنی زبانوں کو نازیبا کلام سے محفوظ کر لیا، حضرت جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں دیہات کا رہنے والا ہوں، مجھ میں شدت وحدت ہے، آپ مجھے وصیت کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: **کسی کو ہر گز گالی نہ دینا**، وہ کہتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کا یہ فرمان سننے کے بعد کسی کو گالی نہیں دی حتی کہ کسی بکری یا کسی اونٹ کو بھی گالی نہیں دی۔"(احمد)۔

وہ اپنے حرکات و سکنات میں بھی نبی ﷺ کے اوامر پر عمل پیرا ہوتے تھے، جنگ خیبر کے دن نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا اور کہا: "**آگے بڑھتے رہنا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا یہاں تک کہ اللہ تمہیں فتح عطا کر دے**، حضرت علی کچھ دیر چلنے کے بعد رکے اور پیچھے کی طرف دیکھے بغیر زور سے آواز لگائی، اے اللہ کے رسول! -یعنی: نبی ﷺ سے دور ہونے کی وجہ سے اپنی آواز کو بلند کیا اور آپ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا- میں لوگوں سے کس چیز پر جنگ کروں؟" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

آپ ﷺ نے انہیں جن چیزوں سے منع کیا ان سے رک گئے-اگرچہ انہیں منع کی ہوئی چیز میں بظاہر مسلمانوں کی فتح ونصرت نظر آتی تھی- نبی ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے غزوۂ خندق کے موقع سے فرمایا: "**حذیفہ! اٹھو، میرے پاس مشرکین کی خبر لے آؤ لیکن انہیں میرے خلاف مت بھڑکانا**" —یعنی: انہیں نہ ڈرانا ورنہ وہ تمہیں پہچان لیں گے اور ہمارے اوپر چڑھ دوڑیں گے- جب مشرکین کے پاس پہنچے تو ابو سفیان کو-جو کہ اس وقت مشرکین کا سپہ سالار تھا- بالکل قریب پایا، وہ ٹھنڈ کی وجہ سے اپنی پیٹھ کو آگ سے گرم کر رہا تھا،- وہ کہتے ہیں: میں نے کمان میں تیر لگایا اور اسے چھوڑنا ہی چاہ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات یاد آ گئی: "**انہیں میرے خلاف مت بھڑکانا**" اگر میں تیر مارتا تو ابو سفیان کو جا لگتا" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

وہ ایمان اور یقین راسخ کے ساتھ اوامر ونواہی میں نبی اکرم ﷺ کی اتباع کیا کرتے تھے، رافع بن

خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسی چیز سے منع فرمایا جو ہمارے لیے مفید تھی، مگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہمارے لیے زیادہ مفید ہے۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

مومن عورتوں نے بھی اللہ کی اطاعت وفرماں برداری میں کوئی کوتاہی اور تاخیر نہیں کی، حضرت ہاجر—علیہ السلام-اپنے رب پر بھروسہ اور اپنے شوہر کی فرماں برداری کرتے ہوئے ایک ایسی وادی میں سکونت اختیار کر لی جس میں نہ کوئی کھیتی تھی، نہ پانی، اور نہ مکہ میں اس وقت کوئی آدمی تھا، ظاہری طور پر وہاں ان کی اور ان کے لخت جگر کی ہلاکت دکھ رہی تھی، انہوں نے اپنے شوہر ابراہیم—علیہ السلام-سے پوچھا: "**کیا اللہ تعالی نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، تو ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: تب اللہ ہمیں برباد نہیں کرے گا**" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

جب صحابیات پر حجاب کی فرضیت نازل ہوئی تو ان کے پاس حجاب کے لیے کپڑے نہیں تھے، وہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے کپڑوں کے ٹکڑے کر دیے اور ان سے اپنے چہروں کا پردہ کیا، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: "اللہ تعالی پہلی مہاجر عورتوں پر رحم کرے جب یہ آیت:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾

(اور چاہیے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال کر رکھیں) [سورۃ النور: ۳۱]

نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادروں کو دو حصوں میں پھاڑ کر اپنے اوپر اوڑھ لیا۔" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

امابعد، اے مسلمانو!

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی تکمیلِ شہادتین اور کمالِ عبودیت ہے، اگر آپ کے کان سے کوئی حکم ٹکراتا ہے تو اپنے رب کی عبادت سے خوش ہو کر فوراً اسے بجالائیں اور اگر کوئی ممانعت ہو تو اس سے باز رہیں اور اس کے نقصان کا یقین رکھتے ہوئے اور اپنے خالق کی خوشنودی کی طلب میں اس سے دور رہیں۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخْشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ﴾

(اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے بس وہی کامیاب ہونے والا ہے۔)[سورۃ النور: ۵۲]

اللہ میرے اور آپ کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، میں اللہ کی شان کی تعظیم کے طور پر گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

اے مسلمانو!

سب سے کمال کی زندگی اس کی ہے جو سب سے زیادہ فرماں بردار ہو، جو اطاعت وفرماں برداری میں جس قدر کم ہوگا اسی قدر اس کی زندگی ناقص ہوگی، اور جو اللہ کی اطاعت نہیں کرے گا وہ مخلوقات کی اطاعت کرے گا اور ذلیل ہوگا۔

اللہ تعالی نے اپنی نافرمانی سے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

(جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آئے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے)۔[سورۃ النور:٦٣]

ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے جس چیز پر عمل کیا، میں بھی اس پر عمل کرتا ہوں، مجھے ڈر ہے کہ اگر میں آپ کے کسی حکم کو چھوڑ دوں تو گمراہ ہو جاؤں" (متفق علیہ)۔

اطاعت کے کام میں تردد کرنا یا اس کی ادائیگی میں سستی کرنا کے کمال تعمیل کے منافی ہے، جس نے نبی ﷺ کے قول پر کسی قول کو مقدم کیا اس کا شمار آپ ﷺ کے فرمانبرداروں میں نہیں ہو سکتا، آخرت میں محمد ﷺ کی ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا ہوگا، صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کون انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: **"جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں**

داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

اعراض کرنے والا قیامت کے دن اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کرنے کے لیے دنیا میں لوٹنے کی آرزو کرے گا اور عذاب سے نجات پانے کے لیے دنیا اور اس جیسی ایک اور دنیا کے برابر مال دے کر جان چھڑانا چاہے گا:

﴿وَٱلَّذِينَ لَمۡ يَسۡتَجِيبُواْ لَهُۥ لَوۡ أَنَّ لَهُم مَّا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا وَمِثۡلَهُۥ مَعَهُۥ لَٱفۡتَدَوۡاْ بِهِۦٓ﴾

(اور جن لوگوں نے اس کی حکم برداری نہ کی اگر ان کے لئے زمین میں جو کچھ ہے سب کچھ ہو اور اسی کے ساتھ ویسا ہی اور بھی ہو تو وہ سب کچھ اپنے بدلے میں دے دیں)۔[سورۃ الرعد:۱۸]

اخیر میں جان لو کہ اللہ تعالی نے تم کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

آخرت کے دن پر ایمان لانے کا بیان

قیامت کی علامتیں (1)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو فرماں برداروں اور متقیوں کو عزت عطا کرتا ہے، سرکشوں اور نافرمانوں کو ذلیل کرتا ہے، میں اس کے بے شمار فضل و کرم پر حمد بیان کرتا ہوں اور اس کے عظیم انعامات واکرامات پر شکر بجالاتا ہوں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے سوا کوئی رب نہیں اور ہم اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔

اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ سب سے بہترین بندہ ہیں جنہیں اللہ نے چنا اور سب سے افضل رسول ہیں جنہیں اللہ نے منتخب فرمایا، اے اللہ! تو آپ پر، آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اور ان کے طریقے کی اتباع کرنے والوں پر رحمت وسلامتی نازل فرما۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! کما حقہ اللہ سے ڈرو، اسلام کو مضبوطی سے تھام لو اور یہ جان لو کہ تمہارا قدم جہنم کی آگ برداشت نہیں کر سکتا۔

اے مسلمانو!

آخرت کے دن پر اور اس کی جزا و سزا پر ایمان لانا اسلام کا ایک عظیم رکن اور اس کا ایک بنیادی جزء ہے، اللہ تعالی نے قربِ قیامت پر دلالت کرنے والی کچھ علامتیں مقرر فرمائی ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ
فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرَىٰهُمْ﴾

(1) یہ خطبہ 3 ذی القعدہ سنہ 1419 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

(تو کیا یہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آجائے یقیناً اس کی علامتیں تو آچکی ہیں، پھر جبکہ ان کے پاس قیامت آجائے انہیں نصیحت کرنا کہاں ہو گا؟)۔[سورۃ محمد:۱۸]

آپ ﷺ قیامت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے، جب اس کا ذکر فرماتے تو آپ کا رخِ انور سرخ ہو جاتا، آواز بلند ہو جاتی اور غصہ تیز ہو جاتا، آپ نے قیامت کے بارے میں بہت زیادہ اور بار بار بیان فرمایا۔

صحابہ کرام —رضی اللہ عنہم- آپس میں قیامت کا ذکر کیا کرتے تھے، حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے دراں حالیکہ ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: **تم کیا باتیں کر رہے ہو**؟ حاضرین نے عرض کیا: ہم روزِ قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔ نبی ﷺ نے قیامت کے بارے میں جب کثرت سے بیان کیا اور قربِ قیامت پر دلالت کرنے والی متعدد آیتیں نازل ہوئیں تو صحابہ کرام کو خوف ہونے لگا کہ قیامت انہیں پر قائم ہو جائے گی۔

قیامت کی بہت ساری علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں اور نبی مصطفی ﷺ نے جن علامتوں کی خبر دی تھی وہ رونما ہو چکی ہیں، آپ ﷺ پر مومنوں کا ایمان ویقین بور بروز بڑھتا جاتا ہے، آپ کی نبوت وحقانیت کی ایسی ایسی علامتیں اور نشانیاں نمودار ہو چکی ہیں جو اس بات کا موجب ہے کہ مسلمان دین حنیف کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس دار فانی سے منتقلی کی تیاری کر لیں، یقینا قیامت قریب آچکی ہے اور اس کی نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ٱقۡتَرَبَتِ ٱلسَّاعَةُ وَٱنشَقَّ ٱلۡقَمَرُ﴾

(قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔)۔[سورۃ القمر:۱]

جب قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں نمودار ہوں گی تو تسلسل کے ساتھ ظاہر ہوں گی جیسے لڑی میں پروئے ہوئے موتیاں لڑی کٹ جانے پر تسلسل کے ساتھ گرتے چلے جاتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلِلَّهِ غَيۡبُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ﴾

﴿وَمَآ أَمۡرُ ٱلسَّاعَةِ إِلَّا كَلَمۡحِ ٱلۡبَصَرِ أَوۡ هُوَ أَقۡرَبُۚ﴾

(اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں تو اللہ ہی کو معلوم ہیں، اور قیامت کا معاملہ تو ایسا ہے جیسا آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی قریب تر، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)۔ [سورۃ النحل: ۷۷]

اور نبی ﷺ فرماتے ہیں: **"اور جو نشانی ان دونوں میں سے پہلے ہو گی تو دوسری بھی اس کے بعد جلد ظاہر ہو گی۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا) اور مسند میں ہے: **"نشانیاں، لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں، اگر لڑی کاٹ دی جائے تو موتی ایک دوسرے کے پیچھے گرتے چلے جاتے ہیں۔"**۔

مسلمانو!

قیامت کی ایک علامت نبی مصطفی ﷺ کی بعثت ہے، آپ ﷺ سے ثابت ہے، آپ نے فرمایا: **"مجھے اور قیامت دونوں کو ایک ساتھ بھیجا گیا، قریب تھا کہ قیامت مجھ پر سبقت کر جاتی"**۔ (اسے احمد نے روایت کیا ہے)۔

اس کی علامتوں میں سے ایک آپ ﷺ کی وفات ہے، آپ کی موت سے صحابہ کرام —رضی اللہ عنہم- کی آنکھوں میں پوری دنیا تاریک ہو گئی تھی۔

اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے فتنے ظاہر ہوں گے، جن میں حق باطل کے ساتھ گڈ مڈ ہو جائے گا، ایمان متزلزل ہو جائے گا، اور ایک آدمی کسی کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو -تبدیلی احوال اور انحراف شریعت کی وجہ سے -اس پر لوٹ پوٹ ہو کر یہ تمنا کرے گا کہ کاش میں قبر میں اس شخص کی جگہ پر ہوتا، وہ دنیا کی مصیبت کی وجہ سے یہ تمنا کرے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "تم پر ایک ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ اگر کوئی موت کو بیچتا ہوا پائے تو اسے خرید لے۔" اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **"قیامت سے پہلے فتنے اس طرح آئیں گے جس طرح اندھیری رات کے ٹکڑے آتے ہیں، آدمی ایمان کی حالت میں صبح کرے گا اور کفر کی حالت میں شام، اور اگر شام ایمان کی حالت میں کرے گا تو صبح کفر کی حالت میں۔"** (اسے احمد نے روایت کیا ہے)۔

اس امت کے آخری لوگ فتنوں سے دوچار ہوں گے، نبی ﷺ فرماتے ہیں: **"اور بے شک**

تمہاری اس امت کی عافیت ابتدائی حصہ میں ہے اور اس کا آخری حصہ ایسی مصیبتوں اور امور میں مبتلا ہوگا جسے تم ناپسند کرتے ہو اور ایسا فتنہ آئے گا کہ مومن کہے گا یہ میری ہلاکت ہے پھر وہ ختم ہو جائے گا اور دوسرا ظاہر ہوگا تو مومن کہے گا یہی میری ہلاکت کا ذریعہ ہوگا، جس کو یہ بات پسند ہو کہ اسے جہنم سے دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو چاہیئے کہ اس کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

مسلمانو!

قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ کثرت سے زلزلے آئیں گے، مشرق میں، مغرب میں اور جزیرۃ العرب میں لوگوں کو زمین دھنس جائے گی، درندے انسان سے بات کریں گے، کوڑے کی پُھنچی، جُوتے کا تَسمہ کلام کرے گا، بلکہ خود انسان کی ران اُسے اس کی خبر دے گی جو اس کے گھر سے نکلنے کے بعد اس کے گھر والوں نے کیا ہوا گا، چاشت کے وقت ایک جانور نکل کر لوگوں کے پاس آئے گا اور کہے گا: لوگ اپنے رب کی نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

زمانہ تیز رفتاری سے گزرے گا، سال مہینہ کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ دن کی طرح، دن گھڑی کی طرح اور ایک گھڑی کھجور کے پتہ کے جلنے کے برابر ہوگی، عورتوں کی بہتات ہوگی، مردوں کی قلت ہوگی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک ہی نگراں ہوگا اور یاجوج وماجوج نکلیں گے، صحیح بخاری ومسلم میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ان کے پاس گھبراتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: "**اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں۔ عرب کی تباہی اس آفت کی وجہ سے ہونے والی ہے جو بالکل قریب آگئی ہے۔ آج یاجوج وماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا ہے**"۔ آپ ﷺ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے سوراخ بنا کر اس کی مقدار بتائی۔ (متفق علیہ)۔

علم کم ہو جائے گا، جہالت عام ہو جائے گی یہاں تک کہ لوگوں کو اسلام کے فرائض کا بھی علم نہیں ہوگا، نبی ﷺ نے فرمایا: "**اسلام اس طرح مٹ جائے گا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار مٹ جاتے ہیں، حتی کہ معلوم نہیں ہوگا کہ روزہ کیا ہے، نماز کیا ہے، قربانی کیا ہے۔ ایک رات اللہ کی کتاب پر ایسی**

آئے گی کہ زمین میں ایک آیت بھی نہیں بچے گی۔اور لوگوں کے یہ گروہ بچ جائیں گے،بوڑھے مرد اور عورتیں،وہ کہیں گے: ہم نے اپنے آباء کو اس کلمہ (لا الہ الا اللہ) پر پایا،اس لئے ہم بھی یہی کہتے ہیں۔" (اسے حاکم نے روایت کیا ہے)۔

محرمات کی بے حرمتی کی جائے گی، منہیات کو ہلکے میں لیا جائے گا، شراب نوشی و زناکاری عام ہوگی،دلوں میں بخیلی ڈال دی جائے گی اور قتل وغارت گری کی کثرت ہوگی، فرمان نبوی ہے: "**یہاں تک کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ قاتل کو یہ پتہ نہیں ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیااور نہ ہی مقتول کو پتہ ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا؟** پوچھا گیا، یہ کیسے ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: **قتل وغارت گری عام ہوگی اور قاتل و مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔**"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

لوگ دنیاپرست ہو جائیں گے، عمارت سازی میں ایک دوسرے پر سبقت کریں گے،اللہ کے دین سے اعراض کر بیٹھیں گے،اس امت میں شرک واقع ہوگا اور مسلمانوں کے کئی قبائل مشرکین سے جاملیں گے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکین سے مل جائیں،اور کچھ قبیلے بتوں کی پرستش کرنے لگیں۔**"(اسے احمد نے روایت کیا ہے)۔

جب امت اپنے دین سے دور ہو جائے گی،اپنی ملت کو ضائع کر دے گی اور اپنی شریعت کے لیے اجنبی بن جائے گی تو وہ غیر اسلامی طریقہ اختیار کر کے گمراہ ہو جائے گی، نبی ﷺ نے فرمایا: "**قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میری امت اس طرح پچھلی امتوں کے مطابق نہیں ہوجائے گی جیسے بالشت بالشت کے اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔**"(اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

اس امت میں دجل وفریب اور جھوٹ کی کثرت ہوگی اور تقریبا تیس جھوٹے اور فریبی لوگ پیدا ہوں گے اور سب کے سب نبی ہونے کا دعوی کریں گے۔

انسانوں کی اچھی صفتیں سلب کرلی جائیں گی اور امانت داری تقریبا عنقا ہو جائے گی،فرمان نبوی ہے: "**یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں شخص کی اولاد میں ایک امانت دار آدمی تھا، حتی کہ آدمی کے متعلق کہا**

جائے گا کہ: وہ کس قدر مضبوط، کس قدر ہوشیار اور کس قدر عقل مند ہے! حالانکہ اس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔"(متفق علیہ)،امانت میں خیانت یہ بھی ہے کہ ذمہ داری نااہل آدمی کے حوالہ کردی جائے۔

فرمان نبوی ہے: "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مدینہ منورہ برے لوگوں کو دور نہ کردے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ اور میل کچیل کو دور کرتی ہے"۔"لوگ مدینے کو پہلے کی طرح بہتر حالت میں چھوڑ جائیں گے،البتہ وہ ایسے اجڑا ہوا ہوگا کہ وہاں وحشی جانور(درند اور پرند)ہی نظر آئیں گے اور سب سے آخر میں جنہیں جمع کیا جائے گا،وہ قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے ہوں گے؛وہ اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے مدینہ آئیں گے، لیکن وہ مدینہ کو خالی پائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے،تو اپنے منہ کے بل گرپڑیں گے۔"(متفق علیہ)۔

مسلمانو!

ابتدائے آفرینش سے لے کر تا قیامت دجال بری مخلوق اور اس سے خطرناک فتنہ نہیں آئے گا،ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہر نماز میں اس کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے،اور صحابہ کرام کے سامنے اس کا بکثرت ذکر کیا کرتے تھے، چنانچہ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے پس جب ہم شام کو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہم سے اس بارے میں معلوم کر لیا اور فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے صبح دجال کا ذکر کیا اور اس میں آپ ﷺ نے کبھی تحقیر کی اور کبھی اس فتنہ کو بڑا کرکے بیان کیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے بارے میں دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں کا زیادہ خوف کرتا ہوں، اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہوگیا تو تمہارے بجائے میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرنے والا ہوگا اور اللہ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہوگا۔"(اسے مسلم نے بروایت کیا ہے)۔

دینی پستی اور قلتِ علم کے زمانہ میں مسیح الدجال مشرق سے نمودار ہوگا، لوگ اس کے ڈر سے پہاڑوں کی طرف بھاگیں گے، وہ زمین پر تیز رفتاری سے چلے گا، مکہ اور مدینہ کے علاوہ ہر شہر میں جائے گا؛ اس لئے کہ اللہ تعالی نے مکہ و مدینہ میں اس کے داخلے کو حرام کردیا ہے؛ جب بھی ان شہروں میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا، محافظ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تلوار لے کر اس کی جانب لپکے گا اور اسے داخل ہونے سے روک دے گا، ان کے ہر راستے پر فرشتے حفاظت کیلئے مامور ہوں گے، اس دوران مدینہ تین سخت جھٹکے دے گا جس کی وجہ سے ہر کافر اور منافق نکل جائے گا، یہ جرف کے شوریلے علاقے میں پڑاؤ ڈالے گا، اس کی طرف خواتین کثرت سے نکل کر آئیں گی یہاں تک کہ آدمی اپنی بیوی، اپنی ماں، اپنی بیٹی، اپنی بہن اور پھوپھی کے پاس جائے گا اور انہیں مضبوطی سے باندھ دے گا تاکہ دجال کے پاس نہ جائے۔

مسلمانو!

دجال کا فتنہ بڑا خطرناک فتنہ ہے، اس کے ساتھ دو چلتی ہوئی نہریں بھی ہوں گی، ایک نہر کا پانی دیکھنے میں سفید لگے گا، اور دوسری نہر کا پانی دیکھنے میں بھڑکتی ہوئی آگ محسوس ہوگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"جو شخص اسے پائے تو وہ اس نہر کی طرف جائے جو دیکھنے میں آگ لگتی ہے، اپنی آنکھیں بند کرکے اور سر جھکا کر اس میں سے پی لے، وہ ٹھنڈا پانی ہوگا۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔ اور جسے لوگ پانی سمجھتے ہوں گے وہ دراصل جلادینے والی آگ ہوگا۔

اللہ تعالی دجال کے ذریعہ اپنے بندوں کو آزمائے گا، اللہ اسے اس زمانہ کے خوارقِ عادت امور عطا کرے گا اور ایسی چیزوں کی طاقت دے گا جنہیں اللہ ہی انجام دے سکتا ہے؛ چنانچہ وہ آدمی کو مار کر دوبارہ زندہ کردے گا، اس کے حکم سے دنیا سرسبز وشاداب ہوجائے گی، جنت وجہنم اور دو نہریں اس کے ساتھ ساتھ چلیں گی، زمین کے خزانے اس کے پیچھے چلیں گے، وہ آسمان کو برسنے کا حکم دے گا، تو بارش ہوگی، زمین کو اگانے کا حکم دے گا تو وہ اگائے گی اور جو اس کی بات نہیں مانے گا اور اس کے حکم کی مخالفت کرے گا وہ تنگی، قحط سالی، قلت، چوپایوں کی ہلاکت، جان ومال اور پھلوں میں کمی سے دوچار ہوگا، یہ

سارے امور اللہ کی مشیت وقدرت سے واقع ہوں گے،اس کے بعد پھر اللہ تعالی اسے عاجز بنادے گا اور جس آدمی کو مارنے کے بعد زندہ کیا تھا اسے اب مار نہیں پائے گا اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی دوسرے کو مار پائے گا۔

اللہ تعالی آخری زمانے میں اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالے گا،اس کے ذریعہ بہتوں کو گمراہ کرے گا اور بہتوں کو ہدایت دے گا،شک کرنے والے لوگ کافر ہو جائیں گے، جبکہ اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہوگا،اس روئے زمین پر وہ چالیس دن ٹھہرے گا،پہلا دن ایک سال کی طرح ہوگا،دوسرا دن ایک مہینہ کی طرح ہوگا اور تیسرا دن ایک ہفتہ کی طرح ہوگا اور باقی دن ہمارے دن کی طرح ہوں گے اور وہ زمین پر طوفانی بارش کی طرح تیز دوڑے گا۔

جہاں تک اس کی صفت کی بات ہے تو وہ سرخ رنگ کا کڑیل جوان ہوگا،چوڑی پیشانی اور کشادہ گردن والا ہوگا،اس میں ٹیڑھاپن ہوگا،اس کے گھنے گھنگھریالے بال ہوں گے،اور آنکھ ایسے پھولی ہوئی ہوگی جیسے انگور ہو،یعنی کاناپن بالکل واضح ہوگا،اس کی کوئی اولاد نہیں ہوگی،تمیم داری رضی اللہ عنہ اس کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اتنی بڑی اور مضبوط جسامت والا ہم نے کوئی نہیں دیکھا" اور آپ ﷺ نے فرمایا: **"اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر مومن پڑھ لے گا خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

امام سفارینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہر عالم کو چاہیئے کہ دجال سے متعلق احادیث مردوں، عورتوں اور بچوں کے درمیان بیان کرے، خصوصا ہمارے اس زمانے میں جب کہ فتنے اور آزمائشیں پھیل چکی ہیں۔"

دجال سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ اسلام کو مضبوطی سے تھام لیا جائے،ایمان سے لیس ہوا جائے اور کتاب وسنت کے مطابق اللہ کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کی جائے۔

مسیح الدجال انسان ہوگا جو کھائے گا پیئے گا،اور اللہ تعالی اس سے پاک ہے، دجال کانا ہوگا اور ہمارا رب کانا نہیں ہے،اللہ کو کوئی بھی موت سے پہلے نہیں دیکھ سکتا اور دجال کو سارے لوگ دیکھیں گے خواہ

مومن ہوں یا کافر ہوں۔

اس لیے اس کے فتنے سے بکثرت پناہ مانگیں اور جو دجال کا زمانہ پالے وہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیاتیں پڑھے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**جو سورہ کہف کی دس ابتدائی آیتیں پڑھے گا وہ دجال سے محفوظ رہے گا**" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)، اور ایک لفظ میں ہے: "**سورہ کہف کی آخری آیتیں**" (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے)، جب دجال کی آمد کی خبر سنیں تو اس سے دور رہیں اور اس کے پاس نہ جائیں، آدمی اس کے پاس جائے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ وہ مومن ہے پھر وہ دجال کے شبہات سے متاثر ہو کر اس کی اتباع کرنے لگے گا۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں)

﴿اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾

(لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا پھر بھی وہ بے خبری میں منھ پھیرے ہوئے ہیں)۔[سورة الأنبياء:١]

اللہ تعالی میرے اور آپ کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو ذکر کرنے والوں کا ذکرِ خیر کرتا ہے، شکر بجالانے والوں کو مزید عطا کرتا ہے، استغفار وتوبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور کفر وانکار کرنے والوں کو عذاب سے دوچار کرے گا،میں اس کی عظیم نعمتوں پر ثناخواں ہوں اوراس کے مزید فضل وکرم کا سوالی ہوں۔

میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں،وہ تنہاہے،اس کا کوئی شریک نہیں، جس نے مومنوں کو تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور گواہی دیتاہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، تمام ذکر کرنے والوں میں سب سے افضل اور شکر بجالانے والوں کے لیے اسوہ ونمونہ ہیں،اللہ آپ پر، آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اوران کے تمام متبعین پر رحمت وسلامتی نازل فرمائے۔

حمد وصلاۃ کے بعد،اے مسلمانو!

جب آخری زمانے میں دجال نکلے گا تو اس کے متبعین بہت زیادہ ہوں گے،اس کا فتنہ عام ہوگا اور اس سے مومنوں کی بہت کم تعداد محفوظ رہ پائے گی، پھر حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام دمشق کے دونوں مشرقی جانب سفید منارہ کے پاس اتریں گے،اللہ کے مومن بندے ان کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے، حضرت عیسی ان کے ساتھ مسیح الدجال کی طرف چل پڑیں گے، حضرت عیسی کی آمد کے وقت دجال بیت المقدس کی طرف جارہا ہوگا، حضرت عیسی سے اس کی ملاقات فلسطین میں دروازہ لد کے پاس ہوگی، جیسے ہی دجال انہیں دیکھے گا وہ ایسے پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے، حضرت عیسی اس سے کہیں گے: میں تمہیں ایک کاری ضرب لگا کر رہوں گا، پھر حضرت عیسی اسے پکڑیں گے اور اپنے نیزے سے قتل کردیں گے،اس کے سارے متبعین شکست سے دوچار ہو جائیں گے،اوراس کے قتل سے یہ بڑافتنہ ختم ہوجائے گا،یقیناسارے معاملات اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اللہ کے بندو!

دجال کے قتل کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کا زمانہ امن وامان اور خوش حالی وآسودہ حالی کا زمانہ ہوگا، پھر اللہ تعالی ایک بارش بھیجے گا جس سے نہ کوئی مٹی کا گھر بچے گا اور نہ کوئی بال کا گھر،۔یعنی ہر جگہ یہ بارش پہنچے گی۔ زمین سے کہا جائے گا: اپنا پھل اگاؤ اور اپنی برکت باہر کرو۔ چنانچہ اس وقت ایک انار کو پوری جماعت کھائے گی،اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کرے گی،دودھ میں اتنی برکت ڈالی جائے گی کہ اونٹنی کا ایک دفعہ کا دودھ لوگوں کی کئی جماعتوں کو کافی ہوگا، گائے کا ایک دفعہ کا دودھ لوگوں کے ایک قبیلے کو کافی ہوگا اور بکری کا ایک دفعہ کا دودھ قبیلے کی ایک شاخ کو کافی ہوگا، زمین میں اتنا امن وامان ہوگا کہ شیر اونٹ کے ساتھ، چیتا گائے کے ساتھ، بھیڑیا بکری کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے،انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

حضرت عیسی کا روئے زمین پر سات سال ٹھہرنے کے بعد اللہ تعالی شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا اور جس شخص کے دل میں بھی ایک ذرہ برابر خیر یا ایمان ہوگا، وہ ہوا اس کی روح قبض کر لے گی۔

جب قیامت قائم ہوگی تو روئے زمین پر اللہ کا نام لینے والا کوئی شخص موجود نہیں ہوگا، سورج مغرب سے نکلے گا اور مغرب سے سورج طلوع ہوتے دیکھ کر سارے لوگ ایمان لے آئیں گے، لیکن یہ ایمان فائدہ مند نہیں ہوگا،ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَٰنُهَا لَمْ تَكُنْ ءَامَنَتْ مِن قَبْلُ﴾

(کسی ایسے شخص کا ایمان کام نہ آئے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو)۔[سورۃ الأنعام:۱۵۸]

ہر دل پر جو کچھ اس میں ہے اسی کے ساتھ مہر لگ جائے گی اور عمل کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

قیامت کی بڑی نشانیوں میں سب سے آخری اور قیامت قائم ہونے کا اعلان کرنے والی سب سے پہلی نشانی یہ ہوگی کہ ایک بڑی بھیانک آگ یمن سے نکلے گی جو تمام لوگوں کو محشر کی طرف بھگائے گی، یہ آگ ان کے ساتھ قیلولہ کے وقت بھی ہوگی، سونے کے وقت بھی، صبح میں بھی اور شام میں بھی ان کے

ساتھ رہے گی یعنی ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔

امابعد، اے مسلمانو!

اللہ کا وعدہ سچا ہے، قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، دنیا نے اپنے خاتمے کا اعلان کر دیا ہے، وہ پیچھے بھاگ چکی ہے اور قیامت قریب آچکی ہے، جو اپنے نفس سے غافل ہو گا اس کے ہاتھ سے موقع نکل چکا ہو گا اور اسے حسرتوں پر حسرتیں ہوں گی، امیدیں سمٹ جائیں گی، عمریں ختم ہو جائیں گی، جو بڑی بڑی امیدیں پالتا ہے وہ عمل کرنا بھول جاتا اور موت سے غافل ہو جاتا ہے، ہر دن کی صبح کی کرنیں تجھے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں: کامیاب وہ ہے جو اپنی تیاری کر لے اور کوچ کے لیے پا بہ رکاب رہے، کسی دانا نے کیا ہی بہتر کہا: "مجھے اس آدمی پر تعجب ہوتا ہے جو اپنے مال کے گھٹنے پر تو غم کرتا ہے لیکن اپنی عمر کے گھٹنے پر غم نہیں کرتا۔"۔

لہذا خوب عبادت کرو، گناہوں پر آنسو بہاؤ، عذاب سے بھاگو، کامیاب وہ ہے جو اپنی امید باقی رہنے والی چیزوں کی طرف پھیر دے اور فانی چیزوں سے امید نہ لگائے، جب محمد بن سیرین کی موت کا وقت آیا تو رو پڑے، ان سے کہا گیا کہ: "آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو فرمایا: میں گذرے دنوں میں اپنی کوتاہی اور عالی شان جنت کے لیے اپنے اعمال کی کمی پر رو رہا ہوں۔"

اخیر میں یہ جان لو کہ اللہ تعالی نے تمہیں اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے جو بشارت سنانے والے اور ڈرانے والے ہیں اور جو روشن چراغ کی مانند ہیں...

مسیح الدجال (1)

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دے نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ آپ پر، آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر بے شمار درود وسلام نازل کرے۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے کماحقہ ڈرو، جو اللہ سے ڈرے گا وہ اسے ہدایت دے گا اور جو اللہ کا سہارا لے گا اسے حفاظت وصیانت عطا کرے گا۔

مسلمانو!

اللہ تعالی نے اس امت کو آخری امت بنایا ہے، اسی امت میں قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی اور اسی پر قیامت قائم ہوگی، اللہ پاک نے قرب قیامت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ﴾

(قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔)[سورۃ القمر:۱]

اور نبی ﷺ جب قیامت کا ذکر فرماتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور جلال کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی حتیٰ کہ ایسا لگتا جیسے آپ ﷺ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں فرما رہے ہیں کہ وہ (لشکر) صبح یا شام (تک) تمہیں آلے گا (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)، مشرکین نے نبی ﷺ سے

(1) یہ خطبہ 12 محرم سنہ 1435 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

قیامت قائم ہونے کے وقت کے بارے میں کئی بار پوچھا تو رب کریم نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلسَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَىٰهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّى ۖ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ إِلَّا هُوَ﴾

(قیامت کے متعلق تجھ سے پوچھتے ہیں کہ اس کی آمد کا کونسا وقت ہے، کہہ دو اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے، وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دکھائے گا)۔[سورۃ الأعراف:۱۸۷]

اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے قیامت واقع ہونے سے قبل اس کی کچھ نشانیاں مقرر کر دی ہیں تاکہ لوگ اپنے رب کی طرف لوٹ آئیں، اللہ تعالی نے قربِ قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا﴾

(تو کیا یہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جائے یقیناً اس کی علامتیں تو آ چکی ہیں)۔[سورۃ محمد:۱۸]

جب قیامت کی بڑی نشانیاں ظاہر ہوں گی تو یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتی رہیں گی۔

ایک بہت بڑی چیز ہے جسے اللہ تعالی نے قیامت کی ایک علامت بنائی ہے، ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے، نوح نے اور ان کے بعد آنے والے نبیوں نے اس سے ڈرایا ہے"** (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔ ہمارے نبی ﷺ نے بھی اس سے اپنی امت کو ڈرایا ہے: **"میں آپ لوگوں کو اس سے ڈرا رہا ہوں"** (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)، آپ ﷺ اپنی نماز میں اس کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں کو اس سے پناہ مانگنے کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن کی سورت کی تعلیم دیتے تھے، اپنے صحابہ کو نصیحت کرتے اور انہیں بتلاتے تھے کہ یہ عنقریب ظاہر ہونے والی ہے، نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ وہ ہمارے قریب کھجور کے باغ میں ہے" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

سلف صالحین اسے گاہے بگاہے یاد کرنے کا حکم دیا کرتے تھے، سفارینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "ہر عالم

کو چاہئے کہ دجال سے متعلق احادیث مردوں، عورتوں اور بچوں کے درمیان بیان کرے، خصوصا ہمارے اس زمانے میں جب کہ فتنے اور آزمائشیں پھیل چکی ہیں اور دین کی نشانیاں مٹ چکی ہیں۔"

دجال سمندر کے ایک جزیرے میں ابھی زندہ ہے، مضبوطی سے بندھا ہوا ہے، اس کے دونوں ہاتھ لوہے کے ذریعہ گھٹنے سے ٹخنے کے درمیان گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں، اس کے نکلنے کا وقت قریب آچکا ہے، اس نے خود کہا: "عنقریب مجھے نکلنے کی اجازت دے دی جائے گی۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

اس کے نکلنے کی علامت یہ ہوگی کہ بیسان کا نخلستان بے ثمر ہو جائے گا حالانکہ وہ پہلے پھلدار رہا ہوگا—بیسان حوران اور فلسطین کے درمیان ایک شہر کا نام ہے- یاقوت حموی—رحمہ اللہ- کہتے ہیں: "میں نے اسے بارہا دیکھا ہے، اس میں دو کھجور کے پیڑ کے علاوہ سب کو پھلدار پایا ہے۔"

اس کے نکلنے کی ایک علامت یہ ہوگی کہ طبرستان کے دریا کا پانی ختم ہو جائے گا اور ابھی اس کا پانی مسلسل کم ہوتا جا رہا ہے۔

اس کے نکلنے کی ایک علامت یہ بھی ہوگی کہ زُغَر نامی چشمے کا پانی خشک ہو جائے گا—زغر شام کے ایک شہر کا نام ہے- اور وہاں کے لوگ اس چشمے کے پانی سے کھیتی نہیں کر پائیں گے۔

سب سے پہلے دجال "یہودیہ" نامی محلے سے نکلے گا جو خراسان کے شہر اصبہان میں واقع ہے، اس کے ساتھ ستر ہزار یہود ہوں گے، اس کے بہت سے پہریدار اور مددگار ہوں گے۔

وہ سرخ نوجوان ہوگا، بہت بڑا اور فربہ ہوگا، اس کی پیشانی کشادہ ہوگی، اس کے اندر ٹیڑھا پن ہوگا، گھنے گھنگریالے بال والا ہوگا، اس کی آنکھ خشک کھجور کی طرح ہوگی، یعنی وہ کانا ہوگا اور کانا پن ظاہر ہوگا، تمیم داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "وہ سب سے بڑا آدمی ہے جسے میں نے دیکھا"۔ وہ دنیا کا سب سے بڑا آدمی ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا: **"آدم سے لیکر تا قیامت دجال سے بڑا کوئی آدمی نہیں ہوگا۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

نبی ﷺ نے اس کے اوصاف بیان کر دیے ہیں تاکہ جب وہ نکلے تو لوگ اسے پہچان لیں، وہ دجال

ہو گا سارے جہاں کا رب نہیں ہو گا جیسا کہ وہ گمان کرے گا اور چونکہ دجال اس امت میں نکلے گا اس لیے نبی ﷺ نے اس کی ایک ایسی صفت بیان کر دی ہے جسے کسی نبی نے بیان نہیں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: **"میں تمہیں اس کے سلسلے میں ایک ایسی بات بتلاؤں گا جسے کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتلایا ہے؛ جان رکھو کہ وہ کانا ہو گا اور اللہ تعالی کانا نہیں ہے۔"** (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

علمی زبوں حالی اور دینی زوال کے وقت وہ نکلے گا تاکہ مومن و کافر اور مسلم و غیر مسلم میں تمیز ہو سکے، وہ دعوی کرے گا کہ وہ سارے جہاں کا رب ہے اور اللہ تعالی اسے جو خوارق عادات امور عطا کرے گا ان سے لوگ فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اس کے فتنے میں سے چند یہ ہیں: وہ آدمی کو مارے گا پھر اللہ کے حکم سے زندہ کر دے گا، دوسرے آدمی کو تلوار سے دو حصوں میں کاٹ دے گا، پھر اسے بلائے گا تو وہ زندہ ہو کر مسکراتا ہوا اس کے پاس آجائے گا، وہ آدمی کو سر سے لیکر پیر تک آری سے بیچوں بیچ چیر دے گا، پھر دجال ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان سے چلتے ہوئے کہے گا کہ اٹھو تو وہ اٹھ کھڑا ہو گا، وہ آدمی کے پیر ہاتھ پکڑ کر اس آگ میں ڈال دے گا جو اس کے ساتھ ہو گی، اسے ایسا لگے گا کہ اسے جہنم میں پھینک دیا ہے حالانکہ وہ جنت میں ہو گا، کیوں کہ اس کے ساتھ جو بظاہر جنت ہو گی وہ اصل میں جہنم ہو گی اور جو اس کے ساتھ بظاہر جہنم ہو گی وہ اصل میں جنت ہو گی۔

اس کے ساتھ دو نہریں بھی چل رہی ہوں گی، ایک کو دیکھ کر لگے گا کہ یہ سفید پانی ہے اور دوسری کو دیکھ کر لگے گا کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"اگر کوئی شخص اس کو پالے تو اس دریا کی طرف آئے جسے وہ آگ کی طرح دیکھ رہا ہے اور اپنی آنکھ بند کرے، پھر اپنا سر جھکائے اور اس میں سے پی لے، اس لیے کہ وہ ٹھنڈا پانی ہو گا۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا، زمین کو اگانے کا حکم دے گا تو وہ اگائے گی، وہ ویرانے سے گذرے گا اور کہے گا کہ تو اپنے خزانے نکال تو اس کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگیں گے، ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "یہ سارے امور خوفناک ہیں۔"

وہ زمین پر بہت تیز چلے گا، نبی ﷺ نے اس کی رفتار کے بارے فرمایا: **"اس بارش کی طرح چلے گا جسے ہوا پیچھے سے اڑاتی رہے۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

وہ روئے زمین پر چالیس روز ٹھہرے گا، ایک دن ایک سال کی طرح ہوگا، دوسرا دن ایک مہینہ کی طرح ہوگا، تیسرا دن ایک ہفتہ کی طرح ہوگا اور باقی دن ہمارے دن کی طرح ہوں گے، مکہ اور مدینہ کے علاوہ ہر شہر میں وہ داخل ہوگا، مکہ و مدینہ کے تمام راستے اور دروازے پر فرشتے نگرانی کر رہے ہوں گے، جب جب وہ ان دونوں شہروں میں سے کسی میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا ایک فرشتہ ننگی تلوار لیکر کھڑا ہو جائے گا اور اسے روک دے گا۔

تمام شہروں میں دجال کا خوف ہوگا سوائے مدینہ کے، مدینہ میں دجال کا خوف اور رعب داخل نہیں ہوگا۔

مکہ اور مدینہ کے باشندوں پر اللہ کی جو نعمت ہے اس پر شکر بجالانے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ انہیں اللہ کی اطاعت سے آباد رکھیں کیوں کہ اللہ تعالی نے خصوصی طور پر ان دونوں شہروں کو دجال سے محفوظ کر دیا ہے، جب دجال کو مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا تو وہ احد کے مغربی پہاڑ کی جانب واقع جرف کی شوریلی زمین میں اترے گا اور وہیں اپنا جھنڈا گاڑے گا، اس کی طرف سب سے زیادہ عورتیں جائیں گی، مدینہ اپنے باشندوں کو تین جھٹکے لگائے گا جن سے تمام منافق و کافر نکل کر دجال کے پاس چلے جائیں گے۔

ہر زمانہ میں اور ہر جگہ سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو انکار منکر کا فریضہ انجام دے، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾

(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو)۔ [سورۃ آل عمران: ۱۱۰]

جب وہ مدینہ کے آس پاس ٹھہرے گا تو اس کے پاس ایک نوجوان آئے گا اور اس کے دجل و فریب

اور دعوی ربوبیت کا انکار کرے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ سب سے بہتر آدمی ہو گا–یا بہترین لوگوں میں سے ہو گا- وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔" (متفق علیہ)۔

نبی ﷺ کی وفات سے مسلمانوں کو ایک بڑا خسارہ ہوا، اگر آپ ﷺ باحیات ہوتے تو دجال کے فتنے سے ہمیں بچا لیتے، آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے درمیان میرے رہتے ہوئے اگر دجال ظاہر ہوتا ہے تو میں تمہاری طرف سے اس کا مقابلہ کروں گا۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ہر آدمی بذات خود دجال سے مقابلہ کرے گا، نبی ﷺ نے فرمایا: "اور اگر میری غیر موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرنے والا ہو گا اور اللہ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہو گا۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

اس سے بچنے کے چند اسباب یہ ہیں: اللہ کے اسماء وصفات کی معرفت کے ساتھ ساتھ شرعی علم حاصل کیا جائے، کیوں کہ دجال کانا ہو گا اور ہمارا رب کانا نہیں ہے، اللہ کو دنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا اور دجال کو لوگ دیکھیں گے، دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہو گا جسے ہر پڑھا لکھا اور اَن پڑھ پڑھ لے گا، شیخ الاسلام رحمہ اللہ کہتے ہیں: "مومن ان چیزوں کو واضح طور پر جان لیتا ہے جنہیں دوسرے لوگ نہیں جان سکتے خصوصا فتنے کے وقت۔"

فتنوں سے بھاگنا اور ان سے دور رہنا فتنوں سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی دجال کی خبر سنے تو وہ اس سے بھاگ جائے، اللہ کی قسم! آدمی اس کے پاس اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہوئے جائے گا پھر اس کے شبہات سے متاثر ہو کر اسی کا پیروکار ہو جائے گا۔" (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے)۔

دین کو مضبوطی سے تھام لینا بھی دجال سے نجات پانے کا ایک ذریعہ ہے، کیوں کہ اس کے پیروکار مومن نہیں ہوں گے، اس سے پناہ پانے کی بکثرت دعا کرنا بھی اس سے مامون و محفوظ ہونے کا ایک ذریعہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھے -یعنی: نماز میں- تو چار چیزوں سے اللہ کی

پناہ مانگے، اور کہے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ" (یا اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب جہنم سے، عذاب قبر سے، زندگی و موت کے فتنے، اور دجال کے فتنے سے)۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔ حضرت طاووس رحمہ اللہ اپنے بیٹے کو نماز دہرانے کا حکم دیتے اگر وہ یہ دعا اپنی نماز میں نہیں پڑھتے۔

قرآن کریم ہر فتنہ سے بچنے کا اصل ذریعہ ہے، اگر کسی کو دجال کے نکلنے کی خبر مل جائے اور وہ سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتوں کا حافظ ہو تو وہ اللہ کے حکم سے دجال سے محفوظ رہے گا، جو شخص اسے دیکھے اسے چاہئے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"جو دجال کو پالے اسے چاہئے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

جب اس کے پیروکاروں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی اور اس کا فتنہ عام ہو جائے گا تو حضرت عیسی علیہ السلام دمشق کے مشرقی مینار کے پاس آسمان سے اتریں گے، اللہ کے بندے ان کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے، حضرت عیسی کی آمد کے وقت دجال بیت المقدس کی طرف جارہا ہوگا، حضرت عیسی فلسطین میں دروازہ لد کے پاس اسے پالیں گے، جیسے ہی دجال انہیں دیکھے گا وہ ایسے پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے پھر حضرت عیسی اسے پکڑ کر ایک نیزے سے قتل کر دیں گے۔

امابعد، اے مسلمانو!

اللہ کا وعدہ برحق ہے، قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور قیامت بڑی تیزی سے قائم ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا: **"قیامت آئے گی تو ایک آدمی اونٹنی کا دودھ نکال رہا ہوگا وہ برتن اس کے منہ تک نہ پہنچا ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور دو آدمی کپڑے کا سودا کر رہے ہوں گے انہوں نے خرید و فروخت (مکمل) نہیں کی ہوگی کہ قیامت قائم ہو جائے گی، ایک شخص اپنے حوض میں لپائی کر رہا ہوگا وہ باہر نہیں نکل پایا ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

ایک مسلمان کو ہر وقت نیکیاں کرنے میں جلدی کرنی چاہئے، لیکن جب دین ایک اجنبی شے بن

جائے اور فتنے عام ہو جائیں تو اسے مزید کثرت وشدت کے ساتھ نیک اعمال کی انجام دہی میں منہمک ہو جانا چاہیے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے نیک عمل کرنے میں سبقت کرو: سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، دھوئیں، دجال، زمین کے چوپائے، خاص طور پر تم میں سے کسی ایک کو پیش آنے والے معاملے (بیماری، عاجز کردینے والا بڑھاپا یا کوئی رکاوٹ) اور ہر کسی کو پیش آنے والا معاملہ (مثلاً: اجتماعی گمراہی اور فتنے کے زمانے میں قتل عام) سے پہلے"**۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

نبی ﷺ کی اطاعت خوشحالی و تنگ حالی ہر دو صورت میں انسان کی حفاظت کرتی ہے، تمیم داری اور ان کے ساتھیوں کی جب دجال سے ملاقات ہوئی تو دجال نے ان سے ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں پوچھا، کہا: "انہوں نے کیا کیا؟ ان لوگوں نے جواب دیا: مکہ سے نکل کر یثرب میں مقیم ہوگئے، کہا: کیا عربوں نے ان سے جنگ کی؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، اس نے کہا: آپ ﷺ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو ان لوگوں نے اس کو بتلایا کہ آپ ﷺ آس پاس کے عربوں پر غالب آچکے ہیں اور انہوں نے آپ کی اطاعت قبول کرلی ہے، دجال نے ان سے پوچھا: صحیح میں ایسا ہوا ہے؟ کہا: ہاں، تو دجال نے کہا: سنو! عربوں کے لیے یہ اچھا ہوا کہ انہوں نے آپ ﷺ کی اطاعت قبول کرلی۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

﴿ٱقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِي غَفۡلَةٖ مُّعۡرِضُونَ﴾

(لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ غفلت میں پڑ کر منہ پھیرے ہوئے ہیں)۔ [سورۃ الأنبیاء:۱]

اللہ تعالی میرے اور آپ کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، میں اللہ کی عظمتِ شان کا اعتراف کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور تمام صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

اے مسلمانو!

گرچہ دجال کا معاملہ بڑا عظیم ہے، لیکن دجال سے کہیں زیادہ نبی ﷺ اپنی امت پر نیک اعمال میں ریاکاری کا خوف کھاتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"کیا میں تمھیں وہ بات نہ بتاؤں جس کا خوف مجھے تم پر مسیح دجال سے بھی زیادہ ہے؟،، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہے "شرک خفی": یعنی کہ کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو اور اپنی نماز کو محض اس لیے خوبصورت انداز میں ادا کرے کہ کوئی شخص اسے دیکھ رہا ہے۔"** (اسے احمد نے روایت کیا ہے)۔

تیسیر العزیز الحمید کے مؤلف رقم طراز ہیں: "ریا سے خوف کھانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ پوشیدہ ہوتا ہے، اس کا داعیہ قوی ہوتا ہے اور اس سے چھٹکارا پانا مشکل ہوا کرتا ہے، کیوں کہ شیطان اور نفس امارہ انسان کے دل میں اسے مزین بنادیتا ہے۔" اس لیے ایک مومن اپنے عمل میں نبی ﷺ کی اتباع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی نیت کو ایک اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اسے انجام دیتا ہے۔

اخیر میں یہ جان لیں کہ اللہ تعالی نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

یوم آخرت: بدلہ کا دن[1]

تمام تعریفیں اس اللہ رب العالمین کے لیے ہیں جس کی نعمت سے ہدایت پانے والے ہدایت یافتہ ہوئے، اور جس کے عدل وانصاف کی بناپر گمراہ ہونے والے گمراہ ہوئے، اللہ رب العالمین جو کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے نہیں پوچھا جائے گا بلکہ لوگوں سے اپنے کیے کے بارے میں پوچھا جائے گا، پاک ہے وہ ذات جس کی ہم اس بندے کی طرح تعریفیں کرتے ہیں جس نے اپنے رب کو ہر اس عیب و نقص سے مبرا اور پاک سمجھا جس سے ظالم لوگ اسے متصف کرتے ہیں، اور میں ایسی گواہی دیتا ہوں جس گواہی کو نیک اور اچھے لوگ پسند کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ حقیقی نہیں، وہ تنہا، اور اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور سچے وامانت دار رسول ہیں، درود وسلام کا نزول ہو آپ پر، اور آپ کی ان جملہ آل واولاد اور صحابہ کرام پر جنھوں آپ ان کی سنت کو مضبوطی سے تھاما، اور اس پر عمل کیا۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

میں آپ لوگوں کو اور خود اپنے آپ کو اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دائمی سعادت مندی اور قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہے۔

اے مسلمانو!

یوم آخرت کی تصدیق ایمان کے ان بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے جن کی طرف انبیاے کرام نے لوگوں کو دعوت دی، تمام نبیوں نے اس یومِ موعود کی خبر اپنے ماننے والوں تک کما حقہ پہنچایا، انہیں جنت کی بشارت دی اور جہنم کی آگ سے ڈرایا، قرآن مجید میں متقیوں کی جو پہلی صفت بیان کی گئی ہے وہ ہے ایمان بالغیب (یعنی قیامت کے دن پر ایمان لانا):

---

(1) یہ خطبہ 21 محرم 1420ھ کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

﴿ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ هُدًى لِّلۡمُتَّقِينَ * ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ﴾

(اس کتاب میں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے، جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں)۔[سوۃ رالبقرۃ:۲-۳]

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو ان سے کہا:

﴿فِيهَا تَحۡيَوۡنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنۡهَا تُخۡرَجُونَ﴾

(تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے، اور وہاں ہی مرنا ہے، اور اسی میں سے پھر نکالے جاؤگے)۔[سورۃ الأعراف:۲۵]

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو حساب وکتاب کے دن سے ڈرایا اور قیامت ہر صورت میں قائم ہوگی، ان کے سامنے اس کی مثالیں اور دلیلیں پیش کیں، فرمایا:

﴿وَٱللَّهُ أَنۢبَتَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِ نَبَاتٗا * ثُمَّ يُعِيدُكُمۡ فِيهَا وَيُخۡرِجُكُمۡ إِخۡرَاجٗا﴾

(اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص اہتمام سے پیدا کیا ہے، پھر تمہیں اسی میں لوٹالے جائے گا اور (ایک خاص طریقہ) سے پھر نکالے گا)۔[سورۃ نوح:۱۷]

شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱرۡجُواْ ٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ وَلَا تَعۡثَوۡاْ فِي ٱلۡأَرۡضِ مُفۡسِدِينَ﴾

(اے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ قیامت کے دن کی توقع رکھو، اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو)۔ [سورۃ العنکبوت:۳٦]

انسان کی زندگی اس دنیائے فانی کے اندر بہت مختصر اور محدود ہے، اس کی لا محدود ضرورتیں اور خواہشیں کبھی ختم نہیں ہوسکتی ہیں، انسان اس دنیا سے چلا تو جائے گا لیکن اس کے دل میں اس کی آرزوئیں، اور جس زمیں پر اس نے زندگی گزاری ہے اس میں اس کی تمنائیں یوں ہی باقی رہ جائیں گی، لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ جس دن زندگی، اور سارے جاندار ختم ہوجائیں گے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُلُّ شَيۡءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجۡهَهُۥ﴾

(ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اس کا منہ (اور ذات)۔[سورۃ القصص:۸۸]

پھر ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ جس دن اللہ رب العالمین سارے لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، اور اپنے سامنے انہیں حاضر کر کے کئے ہوئے کاموں کا ان سے حساب و کتاب لے گا، اس دن لوگ بہت زیادہ خوف کے عالم میں ہوں گے، اس سے وہی شخص نجات پا سکتا ہے جس نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کیا ہوگا، اخیر میں جا کر لوگوں کو ان کے آخری ٹھکانہ کی طرف لے جایا جائے گا، یعنی جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔

وہ قیامت کا دن ہوگا جو دلوں کو جھنجھوڑ دے گا، اور اتنی پکاریں بلند ہوں گی کہ ایسا لگے گا کہ کان بہرا ہو جائے گا، وہ گھبراہٹ اور مصیبت والا دن ہوگا اور ہر بڑی چیز پر مصیبت ٹوٹ پڑے گی، سارے لوگ مارے گھبراہٹ کے بیہوش ہو جائیں گے:

﴿هَلۡ أَتَىٰكَ حَدِيثُ ٱلۡغَٰشِيَةِ﴾

(کیا تجھے بھی چھپا لینے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے)۔[سورۃ الغاشیۃ:۱]

بندہ حسرت کرے گا، اور ندامت کے آنسو بہائے گا:

﴿وَأَنذِرۡهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡحَسۡرَةِ إِذۡ قُضِيَ ٱلۡأَمۡرُ وَهُمۡ فِي غَفۡلَةٖ وَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ﴾

(تو انہیں اس رنج وافسوس کے دن کا ڈر سنا دے جبکہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا، اور یہ لوگ غفلت، اور بے ایمانی میں ہی رہ جائیں گے)۔[سورۃ مریم:۳۹]

اور ہر نفس کہے گا:

﴿يَٰحَسۡرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنۢبِ ٱللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ ٱلسَّٰخِرِينَ﴾

(ہائے افسوس اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا)۔[سورۃ الزمر:۵۶]

افسوس اور پچھتاوا کافروں کو اس وقت اور زیادہ ہوگا جب ان کے پیر و مرشد اور آقا و سردار اپنے ماننے والوں سے براءت کا اظہار کریں گے:

﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُواْ لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُواْ مِنَّاۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ ٱللَّهُ أَعْمَٰلَهُمْ حَسَرَٰتٍ عَلَيْهِمْۖ وَمَا هُم بِخَٰرِجِينَ مِنَ ٱلنَّارِ﴾

(اور تابعدار لوگ کہنے لگیں گے، کاش ہم دنیا کی طرف دوبارہ جائیں تو ہم بھی ان سے ایسے ہی بیزار ہو جائیں جیسے یہ ہم سے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال دکھائے گا ان کو حسرت دلانے کو، یہ ہر گز جہنم سے نہ نکلیں گے)۔[سورۃ البقرۃ:۱۶۶]

اس دن بہت زیادہ آواز ہو گی، ہر انسان کو اس کے نام سے حساب کتاب کے لیے پکارا جائے گا، جنتی جہنمی کو، اور جہنمی جنتی کو آواز دیں گے، اور اہل اعراف جنتی اور جہنمی دونوں کو پکاریں گے:

﴿ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ ٱلنَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ﴾

(وہ دن جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے وہ دن ہے جس میں سب حاضر کیے جائیں گے)۔[سورۃ ہود:۱۰۳]

یقیناً وہ ہار جیت کا دن ہو گا، اہل جنت اہل جہنم کو ہرا دیں گے، یہ جنت میں داخل ہوں گے، اور اللہ رب العالمین نے انعام واکرام کے طور پر جنت میں جو کچھ ان کے لیے تیار کیا ہے اس سے وہ مستفید ہوں گے، اور کافروں کا جو حصہ اللہ رب العالمین نے جنت میں تیار رکھا تھا اس کے بھی وہ وارث ہوں گے، وعد ووعید کا سلسلہ پورا ہو گا، دلوں کے بھید اور ساری چیزیں روز روشن کی طرح عیاں ہوں گی، اس دن قبروں کو اکھاڑا جائے گا، سینے کی پوشیدہ باتیں ظاہر کر دی جائیں گی، وہ دن کافروں کے اوپر سخت ہو گا، انسان جو کچھ بھی کیا ہو گا اس سے اس کو باخبر کیا جائے گا۔

اے مسلمانو!:

دراں حالیکہ انسان اپنے مال ودولت اور اشیائے زندگی کے سلسلے میں ایک دوسرے سے الجھ رہے ہوں گے کہ اچانک صور پھونکا جائے گا جس کی وجہ سے روئے زمین کا ہر شخص **"اپنی گردن کی ایک جانب کو جھکائے گا اور دوسری جانب کو اٹھائے گا"**، یعنی: اپنی گردن کے ایک حصے کو زمین پر رکھے گا تو دوسرے حصے کو اٹھائے گا، آسمان سے ایک آواز سنائی دے گی جس کی وجہ سے آدمی وصیت بھی نہیں لکھ پائے گا اور

نہ ہی اپنے اہل وعیال کی طرف واپس لوٹ پائے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ۞ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَآ إِلَىٰٓ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ﴾

(انہیں صرف ایک سخت چیخ کا انتظار ہے جو انہیں آ پکڑے گی، اور یہ باہم لڑائی جھگڑے میں ہی ہوں گے، اس وقت نہ تو یہ وصیت کر سکیں گے، اور نہ اپنے اہل کی طرف لوٹ سکیں گے)۔[سورۃ یس: ۴۹-۵۰]

"اس صور کی آواز کو سب سے پہلے جو آدمی سنے گا یہ وہ آدمی ہوگا جو اپنے اونٹ کے حوض کی مرمت کر رہا ہوگا، فرماتے ہیں: وہ شخص اور سارے لوگ بیہوش ہو جائیں گے"۔اور حدیث میں ہے:

"دو آدمی اپنے کپڑے پھیلائے ہوئے ہوں گے، خرید وفروخت بھی نہیں کئے ہوں گے اور نہ ہی سمیٹے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی، اسی طرح ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ لیکر لوٹا ہوگا اور اس کو پیا بھی نہیں ہوگا کہ قیامت آجائے گی، اسی طرح سے ایک آدمی اپنے حوض کو ٹھیک ٹھاک کر کے اس میں اپنی اونٹ کو پانی بھی نہیں پلایا ہوگا کہ اتنے میں قیامت آجائے گی، ایک آدمی لقمہ اپنے منہ کے پاس لے گیا ہوگا ابھی اس کو کھایا بھی نہیں ہوگا کہ قیامت آجائے گی"۔(اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

اللہ کے بندو:

صور ایک طرح کا سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا، صور پھونکنے والے فرشتہ کو جب سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اسی وقت سے وہ پھونکنے کے لیے تیار ہے، عرش کی طرف دیکھ رہا ہے اس ڈر سے کہ ایسا نہ ہو کہ حکم ہو اور پلک جھپک جائے، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ: (میں کیسے چین سے رہ سکتا ہوں جب کہ صور پھونکنے والا صور کو منہ سے لگائے ہوئے اور اپنا رخ اسی کی طرف کئے ہوئے ہے، کان لگائے ہوئے ہے، انتظار میں ہے کہ اسے صور پھونکنے کا حکم دیا جائے تو وہ فوراً صور پھونک دے، مسلمانوں نے کہا: ہم (ایسے موقعوں پر) کیا کہیں اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا:،، کہو: (حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ

الْوَكِيلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللَّهِ رَبِّنَا)(ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے، ہم نے اپنے رب اللہ پر بھروسہ کرر کھا ہے)۔(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے)

اے مسلمانو!:

قیامت جمعہ کے دن قائم ہو گی، ہر جمعہ کو جن وانس کے علاوہ ساری مخلوقات صبح سے لے کر طلوع آفتاب تک اس خوف سے لرزہ براندام رہتے ہیں کہ کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے، اللہ رب العالمین جب اپنے بندوں کو زندہ کرنا، اور دوبارہ اٹھانا چاہے گا تو اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا، ان کے صور پھونکنے سے روحیں جسموں میں لوٹ جائیں گی، اور سارے لوگ اللہ رب العالمین کے لیے کھڑے ہو جائیں گے:

﴿وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ ٱلۡأَجۡدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمۡ يَنسِلُونَ﴾

(تو صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف (تیز تیز) چلنے لگیں گے)۔[سورۃ یس:۵۱]

بیہوشی سے سب سے پہلے جن کو افاقہ ہو گا، اور سب سے پہلے جو قبر سے اٹھیں گے وہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہوں گے۔

بیہوشی والی پھونک کے بعد اللہ رب العالمین آسمان سے بارش برسائے گا جس سے بندوں کے جسم ایسے اُگ جائیں گے جیسے زمین سے گھاس اُگتا ہے، انسان کے اندر سوائے ایک ہڈی کے کچھ بھی نہیں ہو گا، اسی ہڈی سے قیامت کے دن انسان کی تخلیق ہو گی۔

أعوذ باللّٰه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ تعالی کی پناہ میں آتا ہوں)

﴿وَأَنذِرۡهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡأٓزِفَةِ إِذِ ٱلۡقُلُوبُ لَدَى ٱلۡحَنَاجِرِ كَٰظِمِينَۚ
مَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنۡ حَمِيمٖ وَلَا شَفِيعٖ يُطَاعُ﴾

(اور انہیں بہت ہی قریب آنے والی (قیامت سے) آگاہ کر دیجئے، جب کہ دل حلق تک پہنچ جائیں گے ،اور سب خاموش ہوں گے، ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہو گا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے)۔
[سورۃ غافر:۱۸]

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قرآن مجید کی برکت سے نوازے..

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، میں اللہ کی شان کی تعظیم کے طور پر گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اے مسلمانو!

اللہ رب العالمین قیامت کے دن اپنے سارے بندوں کو جمع کرے گا، میدان محشر میں اگلے پچھلے سارے لوگ برابر ہوں گے:

﴿قُلۡ إِنَّ ٱلۡأَوَّلِينَ وَٱلۡأٓخِرِينَ ۞ لَمَجۡمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَٰتِ يَوۡمٖ مَّعۡلُومٖ﴾

(آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً سب اگلے، اور پچھلے ضرور جمع کئے جائیں گے ایک مقررہ دن کے وقت)۔ [سورۃ الواقعۃ:۴۹-۵۰]

انسان خواہ سمندر کی تاریکی میں، یاماں کے پیٹ میں، یا زمین کی تہہ میں ہلاک ہو، الغرض یہ کہ کسی طرح بھی ہلاک ہوا ہو اللہ رب العالمین اسے دوبارہ لانے پر قادر ہے:

﴿أَيۡنَ مَا تَكُونُواْ يَأۡتِ بِكُمُ ٱللَّهُ جَمِيعًاۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ﴾

(جہاں کہیں بھی تم ہوگے، اللہ تمہیں لے آئے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے)۔ [سورۃ البقرۃ:۱۴۸]

اللہ رب العالمین کا علم ان سب کو محیط ہے چاہے جہاں بھی مرے ہوں یا ہلاک ہوئے ہوں، حشر کے دن کسی کو بھی فراموش نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی روز محشر کوئی پیچھے رہے گا، اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿وَحَشَرۡنَٰهُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡهُمۡ أَحَدٗا﴾

(اور تمام لوگوں کو ہم اکٹھا کریں گے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے)۔[سورۃ الکہف:۴۷]

اور فرمایا:

﴿إِن كُلُّ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ إِلَّآ ءَاتِي ٱلرَّحۡمَٰنِ عَبۡدٗا * لَّقَدۡ أَحۡصَىٰهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدّٗا﴾

(آسمان وزمین میں جو بھی ہیں سب کے سب اللہ کے غلام بن کر ہی آنے والے ہیں، ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے، اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے)۔[سورۃ مریم:۹۳-۹۴]

اللہ رب العالمین سے ڈرو، اور یوم آخرت کو اپنے ذہن میں رکھو، اور اس کی یاد کو اپنی زبان پر جاری وساری رکھو، ایمان اور عمل صالح کے ذریعے آخرت کی تیاری کرو، جتنا چاہو جی لو، ایک دن مرنا ہی ہے، جس سے دوستی رکھنی ہے رکھو تمہیں اس کو چھوڑ کر جانا ہے، جو عمل کرنا چاہو کرو تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا، تقویٰ کو توشہ آخرت بناؤ اس لیے کہ سفر لمبا ہے، گناہوں کا بوجھ کم کرو، کیوں کہ آگے زبردست رکاوٹ ہے، یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "خوشخبری ہے اس آدمی کے لیے جس نے دنیا کو ترک کر دیا اس سے پہلے کہ دنیا اسے ترک کر دے، اور قبر میں دفن ہونے سے پہلے ہی اپنی قبر کی تیاری کر لی، اور رب سے ملنے سے پہلے ہی اپنے عمل و کردار سے اس کو راضی کر لیا"۔

جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

قیامت کی ہولناکیاں(1)

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد، مغفرت اور ہدایت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شر اور برے عمل سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دے نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ آپ پر اور آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر بے شمار درود و سلام نازل کرے۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے کما حقہ ڈرو اور جلوت وخلوت میں اس کی نگرانی کا احساس اپنے دل میں زندہ رکھو۔

اے مسلمانو!

لوگ اس فانی زندگی میں غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، ان کی امیدیں بڑی لمبی چوڑی ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ نفس کو اس کے آخری انجام کی یاد دلائی جائے تاکہ اس دنیا میں اپنی آخرت کو آباد کر لے اور حال کو مستقبل کے لیے غنیمت سمجھے، اللہ تعالی نے آخرت کے دن پر یقین لانے کو ایمان کا ایک رکن قرار دیا ہے، ایک دن ایسا آئے گا جس میں ساری مخلوقات فنا ہو جائیں گی جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾

(جو کوئی زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے)۔[سورۃ الرحمن:۲۶]

پھر ایک دن ایسا آئے گا جس میں اللہ تعالی تمام بندوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالے گا۔

---

(1) یہ خطبہ بروز جمعہ 30/رجب 1421 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

سب سے پہلے جس کو زمین چیر کر دوبارہ زندہ کیا جائے گا وہ ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں، سارے لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے جمع کیا جائے گا،

﴿كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ﴾

(جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا دوبارہ بھی پیدا کریں گے)۔[سورۃ الأنبیاء:۱۰۴]

پھر لوگوں کو کپڑا پہنایا جائے گا، اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا، نیک لوگوں کو قیمتی کپڑے پہنائے جائیں گے، برے لوگوں کو پگھلا ہوا تانبا- اور خارش کی ڈھالیں پہنائی جائیں گی اور تمام لوگوں کو محشر کی زمین میں اکٹھا کیا جائے گا، وہ زمین ہماری اس زمین کے علاوہ دوسری زمین ہوگی، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "اللہ کے رسول! لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ فرماتے ہیں: **پل صراط پر ہوں گے**۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)، اور دوسرے لفظ میں یوں ہے: "**وہ پل (صراط) سے (ذرا) پہلے اندھیرے میں ہوں گے**"۔

محشر کی زمین سفید ہوگی جس پر کوئی چلا نہ ہوگا، جس میں کسی کی کوئی نشانی نہیں ہوگی، جہاں کوئی معصوم خون نہیں بہایا گیا ہوگا اور جہاں کوئی گناہ نہیں کیا گیا ہوگا، میدان محشر کا ایک کونہ دوسرے کونے سے نظر آئے گا اور پکارنے والے کو سب سن لیں گے، وہ بڑا سخت اور مشکل دن ہوگا، جس کے بارے میں کافر کہیں گے:

﴿هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾

(یہ بڑا مشکل دن ہے)۔[سورۃ القمر:۸]

اس جیسا دن کبھی لوگوں کی زندگی میں نہیں آیا ہوگا، اللہ تعالی نے اسے بھاری اور مشکل دن سے موسوم کیا ہے یہاں تک کہ بچوں کے بال تک سفید ہو جائیں گے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ﴾

(وہ دن بڑا مشکل دن ہوگا)۔[سورۃ المدثر:۹]

دودھ پلانے والی ماں اپنے بچے سے غافل ہو جائے گی اور حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا۔

جس دن عقلیں حیران ہو جائیں گی، اذہان و قلوب غائب ہو جائیں گے، انسان اپنے محبوب ترین لوگوں سے بھاگے گا، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا، گنہگار چاہے گا کہ اپنے سب سے پیارے انسان کو جہنم میں ڈال کر خود نجات پا جائے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ * وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ * وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ * وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ﴾

(وہ انہیں دکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ کاش اس دن کے عذاب کے بدلے میں اپنے بیٹوں کو دے دے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے اس کنبہ کو جو اسے پناہ دیتا تھا۔ اور ان سب کو جو زمین میں ہیں پھر اپنے آپ کو بچالے)۔[سورۃ المعارج: ۱۱-۱۴]

زمین کو جھنجھوڑ کر ایک ہی بار میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، اسے چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا اور وہ ایک چٹیل میدان بن جائے گی جہاں نہ کوئی ٹ کجی ہو گی اور نہ کوئی پہاڑی ہو گی، اللہ تعالی زمین کو ایک انگلی سے پکڑ کر تھام لے گا۔

پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیا جائے گا، یہ پہاڑ ریت کے تودے میں بدل جائیں گے اور رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوں گے، دیکھنے والے کو لگے گا کہ یہ کوئی چیز ہے، مگر وہ سراب ہو گا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا﴾

(اور پہاڑ اڑائے جائیں گے تو ریت ہو جائیں گے)۔[سورۃ النبا: ۲۰]

پہاڑ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں گے، زمین بالکل برابر اور ہموار ہو گی، کہیں نشیب و فراز نہیں ہو گا، ارشاد باری ہے:

﴿لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا﴾

(تو اس میں کجی اور ٹیلا نہیں دیکھے گا)۔[سورۃ طہ: ۱۰۷]

سمندروں میں آگ لگ جائے گی اور ان میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔

آسمان پھٹ جائے گا، اس میں حرکت واضطراب پیدا ہوگا، وہ انتہائی کمزور بن جائے گا اور اس کا رنگ بدلنے لگے گا، ارشاد باری ہے:

﴿فَإِذَا ٱنشَقَّتِ ٱلسَّمَآءُ فَكَانَتۡ وَرۡدَةٗ كَٱلدِّهَانِ﴾

(پھر جب آسمان پھٹ جائے گا اور پھٹ کر گلابی تیل کی طرح سرخ ہو جائے گا)۔[سورۃ الرحمن:۳۷]

آسمان کو کھرچ دیا جائے گا پھر کوئی پردہ اور غلاف نہیں ہوگا، ہمارا رب آسمان کو اس طرح لپیٹے گا جس طرح خط کا طومار لپیٹا جاتا ہے اور اللہ اسے ایک انگلی سے تھام لے گا۔

سورج کو جمع کر کے لپیٹ دیا جائے گا اور اس کی روشنی ختم ہو جائے گی اور چاند بے نور ہو جائے گا، ارشاد باری ہے:

﴿فَإِذَا بَرِقَ ٱلۡبَصَرُ * وَخَسَفَ ٱلۡقَمَرُ * وَجُمِعَ ٱلشَّمۡسُ وَٱلۡقَمَرُ﴾

(پس جب آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور سورج اور چاند اکھٹے کیے جائیں گے)۔[سورۃ القیامۃ:۷-۹]

یہ سارے چمکدار ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے اور نور وروشنی ختم ہونے کی وجہ سے روئے زمین پر تاریکی چھا جائے گی۔

دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی، درندے ایک جگہ جمع ہو جائیں گے، بھیڑ میں لوگ ایک دوسرے پر گر پڑیں گے، دیکھنے والا سمجھے گا کہ لوگ مدہوش ہیں حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی سخت ہوگا۔

آنکھیں پھٹی ہوں گی، لوگوں کے دل حلق تک آجائیں گے، فرشتے صف در صف لوگوں کو گھیرے میں لیے ہوں گے، بڑا خوف ناک معاملہ اور نہایت سنگین امر ہوگا، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"میں قیامت کے دن جگہ کی تنگی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"** (اسے نسائی نے روایت کیا ہے)۔

اس دن ہر شخص کو اپنے کیے کا علم ہو جائے گا، وہاں انسان وقت نکل جانے کے بعد نادم وشرمندہ کھڑا ہوگا، انسان کا سینہ زور سے دبایا جائے گا اور اس میں سے ہر چیز نکل جائے گی، پوشیدہ سے پوشیدہ چیز

بھی سامنے آجائے گی، چاروں طرف خوف ناک سناٹا چھایا ہوگا، جہاں نہ کوئی آواز ہوگی اور نہ کوئی عذر سنا جائے گا، ارشاد باری ہے:

﴿هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ * وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ﴾

(یہ وہ دن ہے جس میں بات بھی نہ کر سکیں گے۔اور نہ انہیں عذر کرنے کی اجازت ہوگی)۔[سورۃ المرسلات:۳۵-۳۶]

کچھ چہرے سفید تروتازہ کھلے ہوئے مسکرا رہے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ، ترش، خاک آلود اور ان پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی، متقی لوگ وفد کی شکل میں اپنے رب کے پاس اکٹھا ہوں گے اور مجرموں کو جماعت در جماعت ہانک کر لایا جائے گا۔

سورج لوگوں کے سر سے قریب آجائے گا یہاں تک کہ صرف ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا، اس دن صرف رحمن کے عرش کا سایہ ہوگا، کچھ لوگ عرش کے سائے میں آرام فرما رہے ہوں گے جبکہ کچھ لوگ سورج کی تپش میں جل رہے ہوں گے، لوگوں کی بڑی بھیڑ ہوگی، پیر سے پیر اور گردن سے گردن ٹکرائے گی، زمین میں پسینہ ستر ہاتھ تک پہنچ جائے گا، اور یہ پسینہ روئے زمین پر پھیل جائے گا اور مراتب کے اعتبار سے لوگ پسینہ میں شرابور ہوں گے، کوئی ٹخنہ تک ڈوبا ہوگا تو کوئی مکمل طور پر ڈوبا ہوگا، ہر طرف رنج و غم چھایا ہوگا، سانس لینا مشکل ہو جائے گا، اس کی ہولناکی ایسی ہوگی کہ لوگ اپنے گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے، اور آپ دیکھیں گے کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: **"لوگوں کو ناقابل برداشت غم اور تکلیف لاحق ہوگی۔"** (متفق علیہ)۔

گنہگار لوگ کف افسوس ملیں گے اور اطاعت وبندگی میں اپنی کوتاہی پر حسرت کریں گے بلکہ شدت حسرت میں وہ اپنے ہاتھوں کو اپنے ہی دانتوں سے کاٹیں گے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾

(اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا کہے گا اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ راہ چلتا)۔[سورۃ الفرقان:۲۷]

گنہگار اپنے آپ کو اور اپنے دوست واحباب کو کوسے گا، ہر وہ محبت ودوستی دشمنی میں بدل جائے گی جو دین کی نبیاد پر قائم نہیں تھی اور انسان خود اپنے اعضائے جسم سے جھگڑے گا، تکبر کرنے والوں کو چیونٹی کی مانند اٹھایا جائے گا، انہیں لوگ حقارت سے پیروں تلے روندیں گے، تہہ بند وغیرہ ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے سے اس دن اللہ بات نہیں کرے گا، اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں اور نہ ہی اسے پاک کرے گا بلکہ اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

قیامت کے دن ہر غدار کی پشت پر ایک جھنڈا لگایا جائے گا، کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے، اور جو کسی کی ایک بالشت زمین ناحق ہڑپ لیا ہوگا قیامت کے دن اسے ساتوں زمین تک دھنسایا جائے گا، قیامت کے دن دنیا کا ظلم کئی گنا بڑھ جائے گا، فرمان نبوی ہے: "**ظلم روزِ قیامت تاریکیاں ہوں گی۔**"، اس دن حقوق ضائع نہیں ہوں گے، بلکہ مظلوم کا حق ظالم سے لیا جائے گا یہاں تک کہ چوپایوں کے درمیان بھی بدلہ اور قصاص کا نظام قائم گا۔

فرمان نبوی کے مطابق اس دن سب سے برا آدمی وہ ہوگا: "**جو دو منہ رکھتا ہے کچھ لوگوں کے پاس ایک منہ لے کر آتا ہے اور کچھ لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے۔**" اور آپ ﷺ نے فرمایا: "**جس نے کسی مومن کی دنیا کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کردی، اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کردے گا۔۔ جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی، اللہ اس پر دنیا وآخرت میں آسانی کرے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔**"

انصاف پسند لوگ اللہ کے دائیں طرف نور کے منبر پر جلوہ افروز ہوں گے، ہر آدمی کو اسی چیز پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت ہوئی ہوگی، چنانچہ جس کی موت حالت احرام میں ہوئی ہوگی اسے تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھایا جائے گا، جو جہاد میں زخمی ہوکر شہید ہوا ہوگا اسے اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی، موذن حضرات لوگوں میں سب سے لمبی گردن والے ہوں گے اور جہاں تک جس چیز نے بھی موذن کی آواز سنی ہوگی وہ بروز قیامت اس کے لیے

گواہی دے گی، جس کا مسلمان رہتے ہوئے ایک بال بھی سفید ہوا ہوگا وہ اس کے لیے نور بن جائے گا اور ہر آدمی اپنے صدقے کے سایے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔

پل صراط بہت پھسلانے اور ڈگمگا دینے والی جگہ ہے، کچھ لوگ نجات پانے والے ہوں گے، بعض زخمی ہوں گے اور بعض منہ کے بل جہنّم میں گر پڑیں گے۔

میزان انصاف کے ساتھ قائم کیا جائے گا جس میں کسی طرح کی کمی وبیشی نہیں ہوگی اور حساب ذرے ذرے کا ہوگا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُۥ ۞ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُۥ﴾

(تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا)۔[سورۃ الزلزلۃ:۷-۸]

الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم میزان پر بھاری کلمے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی؟ تو آپ نے فرمایا: "**اللہ کا تقوی اور حسن اخلاق۔**" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے)۔

بند نامہ اعمال کھول دئے جائیں گے، کتنے جرم ہیں جنہیں تم بھول گئے ہو اور کتنے گناہ ہیں جنہیں تم چھپائے رکھے ہو؟!، لیکن نامہ اعمال پڑھا جائے گا، اعضاء وجوارح بول پڑیں گے، فرشتے حاضر ہوں گے اور اللہ تعالی تو تمام اعمال پر گواہ ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ﴾

(تم لوگ کوئی کام کرتے ہو تو ہم وہاں موجود ہوتے ہیں جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو)۔[سورۃ یونس:۶۱]

اللہ تعالی چوپایوں کے درمیان فیصلہ کر لینے کے بعد اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ شروع کرے گا اور سب سے پہلے اس امت کے درمیان فیصلہ ہوگا، یہی امت سب سے پہلے پل صراط سے گذرے گی اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی، نبی ﷺ کا فرمان ہے: "**ہم سب سے آخری ہیں اور قیامت میں**

سب سے پہلے ہوں گے " (متفق علیہ)،اور ایک روایت میں ہے: **"مخلوق میں سب سے پہلے اسی امت کا فیصلہ ہوگا"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

اللہ تعالی اپنے پیارے بندے محمد ﷺ کو اس ہولناک گھڑی میں عزت سے نوازے گا، آپ کو ایک بڑا کشادہ حوض عطا کرے گا، جس کی مسافت ایک مہینے کی ہوگی، جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں، مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگا، وہاں آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار سونے اور چاندی کے لوٹے ہوں گے، جو اس میں سے ایک مرتبہ پی لے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا، آپ ﷺ کی امت کے کچھ لوگ وہاں جانے کی کوشش کریں گے لیکن انہیں روک دیا جائے گا، آپ ﷺ کہیں گے: **"یہ لوگ مجھ سے ہیں" جواب ملے گا، آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا تبدیلیاں کردی تھیں۔ اس وقت میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو ان کے لیے جنھوں نے میرے بعد (دین میں) تبدیلیاں کر دیں۔"** (متفق علیہ)۔

ان ہولناکیوں سے نجات اللہ کی رحمت پھر نیک عمل سے ہی ممکن ہے، اور کمی و کوتاہی کرنے والا ناگزیر طور پر اس دن پچھتائے گا جب عذر کارآمد نہیں ہوگا، اور صرف معافی کی امید ہی باقی رہ جائے گی، اور زندگی آپ کی لمبی ہو یا مختصر آپ کا ٹھکانہ یا تو جنت ہے یا جہنم۔

أعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقّٞۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلۡغَرُورُ﴾

(اللہ کا وعدہ سچا ہے (دیکھو) تمھیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز (شیطان) تمھیں دھوکے میں ڈال دے)۔[سورۃ الفاطر:۵]

اللہ تعالی میرے اور آپ کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، میں اللہ کی شان کی تعظیم کے طور پر گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلاۃ کے بعد، اے مسلمانو!

قیامت کے دن مفلس وہ شخص ہوگا جو نماز، روزہ اور زکاۃ جیسے اعمال لیکر آئے گا لیکن کسی کو گالی دیا ہوگا، کسی پر تہمت لگایا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو اسے اس کی نیکیوں میں سے دے دیا جائے گا اور اسے بھی اس کی نیکیوں میں سے دے دیا جائے گا، اگر بدلے چکانے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، تو مظلوموں کے گناہ لیکر اس کے اوپر ڈال دیا جائے گا پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

صالح مرّی فرماتے ہیں: "میں دوپہر کے وقت قبرستان میں گیا، قبروں پر نظر دوڑایا تو لگا کہ سارے لوگ خاموش ہیں، میں نے کہا: پاک ہے وہ پروردگار جو سڑ گل جانے کے بعد تمہیں زندہ کرے گا اور دوبارہ اٹھائے گا، اتنے میں کسی قبر سے ایک آواز آئی، اے صالح!

﴿وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦٓ أَن تَقُومَ ٱلسَّمَآءُ وَٱلْأَرْضُ بِأَمْرِهِۦ ۚ
ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ ٱلْأَرْضِ إِذَآ أَنتُمْ تَخْرُجُونَ﴾

(اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب تمہیں پکار کر زمین میں سے بلائے گا اسی وقت تم نکل آؤ گے)۔[سورۃ الروم:۲۵]

وہ کہتے ہیں کہ پھر میں وہاں سے بے ہوشی کی حالت میں نکلا"۔

حسن بصری فرماتے ہیں: "دو رات اور دو دن ایسے ہیں جو بڑے خوف ناک ہیں لوگوں نے ایسے دن اور رات کے بارے میں کبھی نہیں سنا: ایک رات وہ ہے جب تم قبر والوں کے ساتھ گذاروگے، ایسی رات تم پر کبھی نہیں آئی ہوگی، اور دوسری رات وہ ہے جس کی صبح قیامت لیکر آئے گی، ایک دن وہ ہے جب تمہارے پاس اللہ کی طرف سے جنت یا جہنم کی بشارت سنانے والا آئے گا اور دوسرا دن وہ ہے جب تمہیں نامہ اعمال تمہارے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔"

اخیر میں یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالی نے تمہیں اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

قضاوقدرپرایمان لانے کابیان

توکل (1)

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ آپ پر اور آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر بے شمار درود وسلام نازل کرے۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے کما حقہ ڈرو، جو اپنے رب سے ڈرے گا وہ بلند مقام پر فائز ہو گا اور جو اس سے اعراض کرے گا وہ تنگ وبدحال زندگی سے دوچار ہو گا۔

مسلمانو!

سب سے خوش بخت آدمی وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتا ہے، انسان اللہ کے سامنے جتنی عاجزی اختیار کرے گا اور اس کے سامنے جتنی اپنی محتاجگی کا اظہار کرے گا وہ اتنا ہی اللہ سے قریب ہو گا اور اللہ اور اس کے بندوں کے نزدیک اس کی قدر ومنزلت اتنی ہی عظیم ہو گی، انسان بذات خود جلبِ مصلحت اور دفعِ مضرت کی طاقت نہیں رکھتا، وہ اپنے رب کی مدد کا محتاج ہے، اللہ پاک بے نیاز ہے، اسے اپنے ماسوا کی حاجت نہیں، لیکن ساری چیزیں اس کی محتاج ہیں، بندوں کے گناہ بہت زیادہ ہیں، گناہوں سے نجات اللہ کی مدد اور عفو ودرگذر ہی سے ممکن ہے، ریاکاری، کبر وحسد اور عدم توکل جیسے بہت سے کبیرہ گناہ ایسے ہیں جن کا تعلق دل سے ہے، انسان ان گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور اسے ان

---

(1) یہ خطبہ بروز جمعہ 10 جمادی الآخر 1424 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

کا احساس تک نہیں ہو پاتا، بسا اوقات انسان بعض ظاہری صغیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہے، لیکن اس طرح کے بڑے بڑے گناہوں کے تئیں غفلت کا شکار رہتا ہے۔

انسان کی آرزو کی تکمیل کے لیے صرف اسباب کافی نہیں ہیں، انسان اس امید میں کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے کہ یہاں اس کے لیے منافع ہیں، لیکن وہاں صرف نقصان ہی نقصان ہوتا ہے، اس لیے وہ اللہ جو طاقت وَر اور مہربان ہے اس پر توکل و بھروسہ کرنا ضروری ہے، اسی وجہ سے اللہ نے توکل کی بڑی اہمیت بیان کی ہے، اسے دین میں ایک اہم مقام عطا کیا ہے اور عبادت سے اسے جوڑ دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَٱعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِۚ﴾

(اس کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو)۔[سورۃ ہود:۱۲۳]

اور اس توکل کو اپنی محبت کے حصول کا ذریعہ بتلایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُتَوَكِّلِينَ﴾

(بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)۔[سورۃ آل عمران:۱۵۹]

بلکہ اسے ایمان کے حصول کی شرط قرار دیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَعَلَى ٱللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ﴾

(اگر تم مومن ہو تو اللہ پر ہی بھروسہ کرو)۔[سورۃ المائدۃ:۲۳]

توکل ایک جلیل القدر مقام ہے، اس کے اثرات دور رس ہیں، رب العالمین کی طرف سے یہ ایک فریضہ ہے، اسی سے رحمن کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، یہ شیطان سے بچنے کا ذریعہ ہے، اس کی قدر ومنزلت عظیم ترین اور غیر معمولی ہے، یہ اللہ تک پہنچنے کی بہترین اور پسندیدہ راہ ہے، اللہ تعالی نے اس کا حکم اپنے رسول ﷺ کو بھی دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلٗا﴾

(اور اللہ پر بھروسہ کر اور اللہ ہی کارساز کافی ہے)۔[سورۃ الأحزاب:۳]

انبیاورسل توکل کرنے والوں کے امام اور اسوہ ہیں، اللہ تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِى وَتَذْكِيرِى بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ فَعَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْتُ﴾

(اگر میرا تم لوگوں میں رہنا اور اللہ کی آیتوں سے نصیحت کرنا تمہیں ناگوار ہو تو میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں)۔[سورۃ یونس:۷۱]

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ﴾

(اے ہمارے رب! ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے)۔[سورۃ الممتحنۃ:۴]

ہود علیہ السلام کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

﴿إِنِّى تَوَكَّلْتُ عَلَى ٱللَّهِ رَبِّى وَرَبِّكُم ۚ مَّا مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ ءَاخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَآ﴾

(میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے)۔[سورۃ ہود:۵۶]

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

﴿إِنِ ٱلْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُتَوَكِّلُونَ﴾

(اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے، اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے)۔[سورۃ یوسف:۶۷]

شعیب علیہ السلام نے کہا:

﴿وَمَا تَوْفِيقِىٓ إِلَّا بِٱللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

(اور مجھے توصرف اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں)۔[سورۃ ہود:۸۸]

اللہ کے رسولوں نے اپنی اپنی قوم سے کہا:

﴿وَمَا لَنَآ أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى ٱللَّهِ وَقَدْ هَدَىٰنَا سُبُلَنَا﴾

(اور ہم کیوں اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اسی نے ہمیں (سیدھے) راستوں کی راہ نمائی کی ہے)۔[سورۃ ابراہیم:۱۲]

اور آل فرعون کے مومن حضرات نے کہا:

﴿وَأُفَوِّضُ أَمْرِىٓ إِلَى ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَصِيرٌۢ بِٱلْعِبَادِ﴾

(اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے)۔[سورۃ غافر:۴۴]

اسی طرح جب سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس میں بھی توکل کا حکم دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ یہ مشکلات کی کنجی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ٱقْرَأْ وَرَبُّكَ ٱلْأَكْرَمُ﴾

(پڑھیے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم والا ہے)۔[سورۃ العلق:۳]

اللہ تعالی نے اسے اہل ایمان کی صفت قرار دیا ہے، جس کے ذریعہ وہ دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں:

﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ
وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

(ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں ان پر پڑھی جائیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں)۔[سورۃ الأنفال:۲]

اللہ پر بھروسہ کرنے والے بندوں پر شیطان کا بس نہیں چلتا، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّهُۥ لَيْسَ لَهُۥ سُلْطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

(اس کا زور ان پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں)۔[سورۃ النحل:۹۹]

توکل مانع عذاب الٰہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ ٱللَّهُ وَمَن مَّعِيَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَن يُجِيرُ ٱلْكَٰفِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ * قُلْ هُوَ ٱلرَّحْمَٰنُ ءَامَنَّا بِهِۦ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ﴾

(آپ کہہ دیجئے! اچھا اگر مجھے اور میرے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک کردے یا ہم پر رحم کرے (بہر صورت یہ تو بتاؤ) کہ کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ آپ کہہ دیجئے! کہ وہی رحمٰن ہے۔ ہم تو اس پر ایمان لا چکے اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے؟)[سورۃ الملک:۲۸-۲۹]

توکل دخول جنت کا موجب ہے، اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾

(اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں ہم یقیناً جنت کے ان بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔ وہ جنہوں نے صبر کیا، اور اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں)۔[سورۃ العنکبوت:۵۸]

بلکہ صحیح معنوں میں بھروسہ کرنے والے بغیر حساب وکتاب کے اپنے رب کی جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: **"یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے، داغ کر علاج نہیں کرتے اور فال نہیں دیکھتے (بدشگونی نہیں لیتے) بلکہ اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔"** (متفق علیہ)۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بچپن ہی میں توکل کی وصیت کی تھی تاکہ صغر سنی ہی سے دل میں عقیدہ راسخ ہو جائے، فرمان نبوی ہے: **"اے لڑکے! میں تمہیں کچھ باتیں سکھانا**

چاہتا ہوں۔ اللہ (کے حقوق) کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھو، اللہ کو اپنے سامنے پاؤگے اور جب مانگو، تو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد طلب کرو، تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے)، ابن القیم رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں: "توکل ایمان واحسان بلکہ اسلام کے تمام اعمال کے سارے مقامات کی اصل اور بنیاد ہے اور اعمال سے اس کا تعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا جسم سے۔"

توکل میں دل کی راحت اور چین وسکون ہے، اسی کے ذریعہ شر پسندوں کے مکر وفریب کو دور کیا جا سکتا ہے، توکل ان مضبوط اسباب میں سے ایک ہے جن سے لوگوں کی ناقابل برداشت ایذارسانی اور ظلم وتعدی کو دور کیا جا سکتا ہے، اسی سے انسان کو لوگوں کے مال ودولت کی خواہش سے نجات ملتی ہے، امام احمد رحمہ اللہ سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "توکل لوگوں سے ناامید ہو جانے اور ان کی نعمتوں کی خواہش نہ کرنے کو کہتے ہیں۔"

غیر اللہ پر توکل وبھروسہ کرنا رسوائی اور ذلت نفس کا سبب ہے، مخلوق کا مخلوق سے مانگنا فقیر کا فقیر سے مانگنے کے مترادف ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"اور اس بات کو جان لو کہ اگر تمام مخلوق بھی تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے، تو تمہیں اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے، جتنا اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر بھی تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں، تو تمہیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، جتنا اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔"** (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے)۔

جب دل غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اللہ اسے اسی کی طرف پھیر دیتا ہے پھر وہ ناکام ونامراد ہو جاتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"جو کسی چیز کو لٹکائے گا اسے اسی کے حوالہ کر دیا جائے گا۔"** (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے)، شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جو کسی مخلوق سے امید لگائے گا یا اس پر بھروسہ کرے گا تو اس کے تئیں اس کا گمان ناکام ثابت ہوگا اور جو غیر اللہ کے لیے کسی چیز سے محبت کرے گا اسے نقصان کے سوا کچھ نہیں ملے گا، یہ دقیق جائزہ اور تجزیہ سے ثابت ہے۔" مخلوق سے امید نہ لگانے کا مطلب یہ نہیں کہ لوگوں پر ظلم کیا جائے، ان کے ساتھ احسان نہ کیا جائے اور ان کی ایذارسانی

برداشت نہ کی جائے، بلکہ ان کے ساتھ احسان کرو اللہ ک خاطر، کسی دنیوی مفاد کی خاطر نہیں، جس طرح تم لوگوں سے نہیں ڈرتے ہو اسی طرح ان سے امید بھی نہ رکھو، اللہ سے امید رکھو، لوگوں سے مت رکھو۔

مسلمانو!

رزق خالق کے ہاتھ میں ہے، رزق میں تمہارا جو حصہ ہے وہ تمہیں تمہاری کمزوری کے باوجود بھی مل جائے گا اور جو دوسرے کا حصہ ہے وہ تمہیں تمہاری طاقت کے باوجود بھی نہیں ملے گا، اللہ کا رزق نہ تمہیں کسی چاہنے والے کی چاہت سے ملے گا اور نہ ہی کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی کی وجہ سے رکے گا۔

مومن وکافر، نیک وگنہگار سب کا رزق تقسیم کر دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلۡأَرۡضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزۡقُهَا﴾

(اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے)۔[سورة ہود:٦]

روزی جانوروں کو بھی ملتی ہے حالانکہ ان میں بہت سے جانور روزی کے لیے تگ و دو کرنے کی قدرت بھی نہیں رکھتے، ارشاد باری ہے:

﴿وَكَأَيِّن مِّن دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا ٱللَّهُ يَرۡزُقُهَا وَإِيَّاكُمۡ﴾

(اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ ہی انہیں اور تمہیں رزق دیتا ہے)

۔[سورة العنکبوت:٦٠]

اللہ تعالی تمہیں رزق محنت اور بغیر محنت کے بھی دیتا ہے، قلتِ توکل اور صرف ظاہری اسباب پر دل کو معلق رکھنے کے باوجود بھی لوگوں کو نوازا جاتا ہے، اگر لوگ اللہ پر دل سے توکل کر لیں تو اللہ انہیں معمولی سبب اختیار کرنے پر بھی خوب رزق عطا کرے گا، جیسا کہ پرندوں کو صرف صبح وشام نکلنے پر روزی دیتا ہے اور ان کا صبح وشام نکلنا تلاش وجستجو کی ایک قسم ہے لیکن یہ معمولی کوشش ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"اگر تم اللہ پر ویسے بھروسہ کرو جیسا کہ بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمہیں ایسے رزق دیا جائے جیسے**

پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو آسودہ حال واپس آتے ہیں،،۔ (اسے احمد نے روایت کیا ہے)، لہذا جو رزق تمہارے لیے محفوظ ہے اس کی فکر میں اپنا وقت ضائع مت کرو، جب تک زندگی باقی ہے رزق آتا رہے گا، حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جب مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا رزق کوئی دوسرا نہیں کھائے گا تو میرا دل مطمئن ہو گیا۔"۔

مسلمانو!

اللہ تعالی نے تمام امور کے اوقات مقرر کر دیے ہیں اور تمام مقاصد کے اسباب مہیا کر دیے ہیں، متاع دنیا اور اس کی زینت کبھی کبھی سست آدمی کو مل جاتی ہے اور مسلسل محنت کرنے والے کو نہیں ملتی، بسا اوقات بے بس کو وہ دولت و نعمت مل جاتی ہے جو عزم و حزم سے متصف آدمی کو نہیں ملتی، اسباب پر بھروسہ کر لینا توحید کی کمی ہے، اور اسباب سے پہلو تہی اختیار کر لینا عقل کی کمی ہے، بلکہ جن اسباب کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے اعراض کرنا شریعت کی مذمت و عیب جوئی ہے، انسان پر یہ واجب ہے کہ وہ اللہ پر دل سے بھروسہ کرے، اسباب پر نہیں، ہمارے نبی محمد ﷺ بھروسہ کرنے والوں میں سب سے کامل تھے، لیکن اسباب نہیں چھوڑتے، غزوہ احد میں آپ ﷺ دو زرہیں پہنے ہوئے تھے، ہجرت کے دوران راستہ بتلانے کے لیے ایک دلیل راہ کو کرایہ پر لیا تھا اور غزوہ خندق میں خندق بھی کھودی تھی۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اسباب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اسباب پیدا کرنے والے پر دل سے بھروسہ کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اسباب اسی کے ہاتھ میں ہیں، اگر وہ چاہے تو اسباب کو مقصد کے حصول کا ذریعہ نہ بنائے، اور اگر چاہے تو اسباب کو مقصد کی ضد کا ذریعہ بنادے اور اگر چاہے تو اسباب کے سامنے موانع اور رکاوٹیں پیدا کر دے، جو مقصد کے حصول کے سامنے آڑے آجائیں، ایک توحید پرست توکل کرنے والے کا دل نہ اسباب سے معلق رہتا ہے اور نہ ہی وہ اسباب سے امید لگائے بیٹھتا ہے، اسی طرح وہ اسباب کو چھوڑتا بھی نہیں ہے اور نہ ہی انہیں بے اثر سمجھتا ہے، بلکہ اسباب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے مسبّب اللہ سبحانہ کو اپنی نظر کے سامنے رکھتا ہے اور اس پر توکل کرتا ہے۔

جب توکل اور امید قوی و مضبوط ہوتی ہے تو اللہ تعالی کشادگی وفراخی عطا کرتا ہے،اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم نے اللہ پر توکل اور اس کے حکم کی بجاآوری کرتے ہوئے اپنی بیوی ہاجر اور اپنے شیر خوار لخت جگر اسماعیل کو ایسی وادی میں چھوڑ دیا جہاں نہ کوئی آدمی تھا، نہ کسی کی آہٹ، نہ وہاں کوئی کھیتی تھی اور نہ کوئی دودھ دینے والا جانور، تو اللہ نے ان دونوں کو اپنی نگرانی میں لے لیا، اور وہی بچہ نبی بنا جسے اللہ نے بردبار، صابر، وعدے کے سچے، نماز کی محافظت کرنے والے اور اس کا حکم دینے والے جیسے اوصاف سے متصف فرمایا ہے اور آب زمزم جیسا مبارک پانی اللہ کے اسی خلیل کے توکل کا ثمرہ ہے۔

جب بنی اسرائیل پر شدید آزمائش آئی، فرعون نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا اور انہیں گھیر لیا، اب سامنے سمندر تھا،

﴿قَالَ أَصۡحَٰبُ مُوسَىٰٓ إِنَّا لَمُدۡرَكُونَ﴾

(موسی کے ساتھیوں نے کہا کہ اب ہم پکڑے جائیں گے)۔[سورۃ الشعراء:٦١]

تو اللہ کے نبی موسی علیہ السلام نے اللہ کی نصرت پر یقین کرتے ہوئے کہا:

﴿قَالَ كَلَّآۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهۡدِينِ﴾

(ہر گز نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتائے گا)۔[سورۃ الشعراء:٦٢]

اللہ تعالی نے سمندر پر لاٹھی مارنے کا حکم دیا، جس سے ایک خشک راستہ بن گیا اور ہر ٹکڑا بڑے ٹیلے کی طرح ہو گیا۔

یونس علیہ السلام کو سمندر کی گہرائی اور تاریکی میں رہنے والی ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا تو انہوں نے اپنے مولا کا سہارا لیا اور اپنی حاجت اس کے سامنے رکھ دی:

﴿لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾

(تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، تو بے عیب ہے، بے شک میں ظالموں میں سے تھا)۔[سورۃ الأنبیاء:٨٧]

پھر مچھلی نے ان کو سمندر کے ساحل پر اگل دیا، اس وقت وہ بیمار تھے اور اللہ نے آپ کو اس کھلی جگہ

میں ضائع نہیں ہونے دیا۔

اللہ پر بھروسہ اور اس کے حکم کی بجاآوری کرتے ہوئے حضرت موسی کی ماں نے اپنے لخت جگر موسی کو سمندر میں ڈال دیا، لیکن وہی موسی اللہ کے مقرب اولوالعزم رسولوں میں سے ہو گئے۔

یعقوب علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ کے لڑکے کو بھیڑیے نے کھالیا تو انہوں نے اپنے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اس سے سرگوشی شروع کردی تو اللہ نے طویل حزن وملال اور فراق کے بعد اسے اپنے بھائی کے ساتھ یعقوب کے پاس لوٹا دیا۔

جب حضرت مریم علیہا السلام کے اوپر مشکل گھڑی آئی، ان پر راہیں بند ہو گئیں اور بات چیت کرنا بھی ممنوع ہو گیا تو انہوں نے اللہ ذوالجلال والعظمت پر قوی توکل کیا اور توکل واخلاص کے علاوہ کوئی راہ بھی نہیں تھی، انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سے بات کرو:

﴿قَالُوا۟ كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِى ٱلْمَهْدِ صَبِيًّا﴾

(انہوں نے کہا ہم پنگوڑھے والے بچے سے کیسے بات کریں)۔[سورۃ مریم:۲۹]

اس وقت اللہ نے اسے گویائی عطا فرمائی:

﴿قَالَ إِنِّى عَبْدُ ٱللَّهِ ءَاتَىٰنِىَ ٱلْكِتَٰبَ وَجَعَلَنِى نَبِيًّا﴾

(کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے)۔[سورۃ مریم:۳۰]

ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی کے ساتھ ایک بنجر پہاڑ کے اندر ایک خوفناک غار میں اپنی قوم سے چھپ گئے، ان کے ساتھی نے خوف کھاتے ہوئے کہا: "اے اللہ کے رسول! اگر ان میں سے کوئی اپنے پیر کی طرف دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لیں گے تو آپ ﷺ نے اپنے رب پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے فرمایا: **اے ابوبکر! آپ کا گمان کیا ہے ان دو آدمی کے سلسلے میں جن کا تیسرا اللہ ہے**؟"۔ (متفق علیہ)۔ تو اللہ نے ان پر اپنی نصرت وتائید نازل فرمائی اور نظروں سے اوجھل لشکروں کے ذریعہ ان کی مدد کی، اب دل میں سکون پیدا ہو گیا اور امن وامان کے ساتھ ہجرت کا سفر طے ہوا اور نبوت ورسالت کا سلسلہ چل پڑا۔

جب آپ پر مصیبت ٹوٹ پڑے اور آپ کو ابتلا و آزمائش گھیر لے تو اللہ ہی سے امید لگائیں، عاجزی کی ہتھیلی بلند کریں، خالق کے سامنے بازو پھیلا دیں، اسی سے امید باندھیں، اپنا معاملہ مہربان اللہ کے حوالہ کر دیں، لوگوں سے تعلقات کی رسی توڑ لیں، اللہ عظیم کو آواز دیں اور قبولیت کے اوقات تلاش کریں — جیسے سجدہ اور رات کا آخری حصہ - جب توکل اور امید و رجاء قوی ہو اور دلجمعی کے ساتھ دعا کی جائے تو دعا رد نہیں ہوتی، ارشاد باری ہے:

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ﴾

(بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے اور برائی کو دور کرتا ہے)۔[سورۃ النمل:٦٢]

لہذا معاملات مالک کے سپرد کر دو۔

اللہ طاقت ور اور عزت والا ہے، اس کی پناہ لینے والا ذلیل نہیں ہوتا، اور اس کا دامن پکڑنے والا برباد نہیں ہوتا، جب مشکلات انتہا کو پہنچ جاتی ہیں تو غم کے بادل چھٹنے لگتے ہیں، آسانی مشکل کے ساتھ ہی آتی ہے، خوشحالی میں اللہ کو پہچانو اللہ تمہیں شدت و بدحالی میں پہچانے گا، مشکلات کے وقت اللہ کے دونوں خلیل «حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الوَكِيل» (اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے) پڑھا کرتے تھے۔

جو کسی چیز کے حصول میں اللہ پر صدق دل سے توکل کرے گا وہ اسے پا کر رہے گا، اور جو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے گا تو اللہ اس کی مقصد برآری کے لیے کافی ہو گا اور جو اللہ پر اپنے توکل کے تقاضے مکمل کرے گا اللہ اسے کسی غیر کے حوالہ نہیں کرے گا بلکہ خود اللہ اس کی ذمہ داری لے لے گا، ارشاد باری ہے:

﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ﴾

(اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے)۔[سورۃ الطلاق:٣]

اپنے رب پر جس قدر حسن ظن رکھو گے اور اس سے امید لگاؤ گے اسی قدر اس پر تمہارا توکل ہو گا، لہذا صرف اپنے رب ہی کو شکوی و شکایت کا مرکز بنالو، فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم، اگر تم

مخلوق سے اس قدر ناامید ہو جاؤ کہ ان سے کچھ بھی نہ مانگو تو تجھے تیرا مولا ہر وہ چیز عطا کرے گا جو تو تیری خواہش ہو گی۔"

اللہ سبحانہ وتعالی طاقت وقدرت والا ہے، ایک ذرہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہلتا، کوئی بھی واقعہ اس کی مشیت کے بغیر واقع نہیں ہوتا بلکہ ایک ایک پتہ کے گرنے کا اسے علم ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْعَزِيزِ ٱلرَّحِيمِ * ٱلَّذِى يَرَىٰكَ حِينَ تَقُومُ * وَتَقَلُّبَكَ فِى ٱلسَّٰجِدِينَ﴾

(اور زبردست رحم والے پر بھروسہ کر۔ جو تجھے دیکھتا ہے جب تو اٹھتا ہے۔ اور نمازیوں میں تیری نشست وبرخاست دیکھتا ہے)۔[سورۃ الشعراء:۲۱۷-۲۱۹]

ابراہیم خواص فرماتے ہیں: "انسان کو زیب نہیں دیتا کہ اس آیت کے بعد اللہ کے علاوہ کسی غیر کا سہارا لے۔"

جو غیر اللہ سے تعلق قائم کرے گا یا اس کے علم، عقل، دوا، یا تعویذ و گنڈے پر بھروسہ کرے گا اور اس کی طاقت وقوت پر اعتماد کر کے بیٹھ جائے گا اللہ اسے اسی کے حوالہ کر کے ناکام ونامراد کر دے گا، تیسیر العزیزالحمید کے مؤلف لکھتے ہیں: "یہ بات نصوص اور تجربہ سے ثابت ہے۔"

سب سے اچھی کمائی اللہ کی کفایت کا یقین اور اس کے ساتھ حسن ظن رکھنا ہے، جو یہ گمان رکھے کہ اللہ کی نعمتیں اس کی معصیت ومخالفت کر کے بھی اسی طرح ملتی ہیں جس طرح اطاعت وتقرب الٰہی سے ملتی ہیں، یا یہ گمان رکھے کہ جو اللہ کے لیے کوئی چیز چھوڑتا ہے اسے اللہ اس سے بہتر چیز عطا نہیں کرے گا، یا یہ گمان رکھے کہ جو اللہ کے لیے کوئی عمل انجام دیتا ہے اسے اس سے بہتر عطا نہیں کرے گا، یا یہ گمان رکھے کہ اگر وہ صدق دل کے ساتھ اللہ پر توکل رکھے گا تو اللہ اسے ناکام کر دے گا اور اس کی مانگ پوری نہیں کرے گا؛ تو اس شخص نے اللہ کے ساتھ بدگمانی کی، اور اس بدگمانی سے وہی محفوظ ہو سکتا ہے جو اللہ کی اور اس کے اسماء وصفات کی معرفت رکھتا ہو اور اس کی حکمت اور حمد وثنا کے اسباب کو جانتا ہے، ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اکثر لوگ، بلکہ سارے لوگ سوائے کچھ لوگوں کے اللہ کے ساتھ بدگمانی رکھتے ہیں، اکثر بنی نوع انسان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ نے انہیں جو کچھ عطا کیا ہے وہ اس سے زیادہ کے مستحق

ہیں، جو اپنے نفس کو ٹٹولے گا اور اس کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو گا وہ اپنے اندر یہ عقیدہ چھپا ہوا پائے گا، اس لیے عقل منداور اپنے نفس کے خیر خواہ آدمی کو چاہئے کہ اس پر دھیان دے، اللہ سے توبہ کرے اور اللہ کے ساتھ بد گمانی کے گناہ سے ہمیشہ استغفار کرتا رہے اور اپنے آپ کے ساتھ ہی بد گمانی رکھے۔"

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

﴿وَٱذۡكُرِ ٱسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ إِلَيۡهِ تَبۡتِيلٗا ۞ رَّبُّ ٱلۡمَشۡرِقِ وَٱلۡمَغۡرِبِ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَٱتَّخِذۡهُ وَكِيلٗا﴾

(اور اپنے رب کا نام لیا کرو اور سب سے الگ ہو کر اسی کی طرف آجاؤ۔ وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پس اسی کو کارساز بنالو)۔[سورۃ المزمل:۸-۹]

اللہ تعالی میرے اور آپ کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے....

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، اللہ کی شان کی تعظیم کے طور پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلاۃ کے بعد، اے مسلمانو!

انسان کا توکل اسی وقت درست ہوگا جب اس کی توحید صحیح ہوگی، توحید جس قدر خالص ہوگی اسی قدر توکل صحیح ہوگا اور جب انسان غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس سے اس کے دل کا ایک گوشہ متاثر ہو جاتا ہے اور اسی کے بقدر اس کا توکل بھی گھٹ جاتا ہے۔

جسے کوئی فقر وفاقہ لاحق ہو اور وہ کسی مخلوق کے سامنے اس کا شکوہ کرے تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہوتا، جسے لوگوں میں سب سے زیادہ طاقت ور بننے کی خواہش ہو اسے چاہیے کہ وہ اللہ پر توکل کرے اور جو لوگوں میں سب سے زیادہ مالدار اور بے نیاز ہونا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنی دولت سے زیادہ اللہ کے خزانے پر بھروسہ رکھے۔

رضامندی اور توکل دونوں تقدیر کو گھیرے ہوئے ہیں، توکل تقدیر واقع ہونے سے پہلے اور رضامندی اس کے واقع ہونے کے بعد ہونی چاہئے، رضامندی توکل کا ثمرہ ہے، توکل کی روح یہ ہے کہ تمام امور اللہ کے سپرد کردیے جائیں، داود بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تین چیزوں سے ایک مؤمن کے تقوی کی پہچان ہوتی ہے: جو چیز ابھی نہیں ملی ہے اس سلسلے میں بہترین توکل کرے، جو چیز مل چکی ہے اس سے بالکل راضی ہو جائے اور جو چیز فوت ہو گئی ہے اس پر بہترین صبر کرے۔"

انسان اللہ کی معرفت جس قدر حاصل کرے گا اسی قدر اللہ پر اس کا توکل قوی ہوگا اور توکل کی قوت

وکمزوری ایمان کی قوت وکمزور پر موقوف ہے۔

جو اللہ پر توکل کرتا ہے وہ کشادگی کے لیے جلدی نہیں کرتا، اللہ نے تو بیان کردیا ہے کہ وہ توکل کرنے والے کے لیے کافی ہے، بسا اوقات اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ توکل کرنے سے اللہ کی کفایت فوراحاصل ہوتی ہے، لیکن اللہ نے ہر چیز کی ایک مقدار اور وقت مقرر کر رکھا ہے، اس لیے توکل کرنے والے کو جلد بازی نہیں کرنی چاہئے اور یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میں نے توکل کیا اور دعا کی لیکن اس کا کوئی اثر نہیں دکھا، کیوں کہ اللہ تعالی اپنا کام پورا کرکے ہی رہے گا، اس نے ہر چیز کے لیے وقت مقرر کر رکھا ہے۔

اللہ تعالی تنہا اختیار وتدبیر کا مالک ہے، وہ اپنے بندے کے لیے جو تدبیر کرتا ہے وہ بندے کی اپنی ذاتی تدبیر سے بہتر ہے اور وہ اپنے بندے پر خود بندے سے زیادہ مہربان ہے۔

اخیر میں یہ جان لیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

اللہ سے حسن ظن رکھنا(1)

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ آپ پر، آپ کی آل واولاد اور تمام صحابہ کرام پر بے شمار درود وسلام نازل کرے۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے کماحقہ ڈرو اور اسلام کے کڑے کو مضبوطی سے تھام لو۔

مسلمانو!

توحید اللہ کا اپنے بندوں پر حق ہے، پیغام توحید کے ساتھ ہی اللہ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابیں نازل فرمائیں، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کی جائے، اور عبادت ایک جامع لفظ ہے جو ہر اس ظاہری وباطنی قول وفعل کو شامل ہے جسے اللہ تعالی پسند کرتا اور اس سے خوش ہوتا ہے، انسان کا دل بھی عبادت کرتا ہے اور دل کی عبادت عظمت، کثرت اور دوام کے اعتبار سے اعضاوجوارح کی عبادت پر فوقیت رکھتی ہے، اعضاوجوارح کے اعمال سے کہیں زیادہ دل کے اعمال ایمان میں داخل ہیں، دل کا علمی وعملی ایمان ہی اصل مقصود ہے اور ظاہری اعمال اس کے تابع ہیں اور اسے مکمل کرتے ہیں اور ظاہری اعمال دل کے عمل کے بغیر درست اور قبول نہیں ہوتے، حقیقت یہ ہے کہ دل کا عمل بندگی کی روح اور اس کا مغز ہے، اگر ظاہری اعمال دل کے عمل سے خالی ہو تو اس کی مثال بے جان مردہ جسم کی ہے

(1) یہ خطبہ بروز جمعہ 18 ربیع الاول 1439 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

اور جسم کی درستگی دل کی درستگی پر موقوف ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: **"سن لو! بدن میں ایک ٹکڑا (گوشت کا) ہے، جب وہ سنور جاتا ہے تو سارا بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ آگاہ رہو! وہ ٹکڑا دل ہے۔"** (متفق علیہ)۔

بندوں کو ایک دوسرے پر جو فضیلت حاصل ہوتی ہے وہ اعمال قلوب کی بنیاد پر ہوتی ہے، اعمال کو ایک دوسرے پر فضیلت انہیں اعمال قلوب کی بنیاد پر دی جاتی ہے اور اللہ تعالی اپنے بندوں میں اسی چیز کو دیکھتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: **"اللہ تعالی تمہارے جسموں اور شکلوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

اعمال قلوب میں سے ایک تاکیدی عمل یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے، یہ اسلام کے فرائض اور توحید کے حقوق وواجبات میں سے ہے، اس کا جامع معنی یہ ہے کہ صرف وہی گمان رکھا جائے جو اللہ سبحانہ کی کامل ذات اور کامل اسماء وصفات کے شایان شان ہو اور حسن ظن اللہ کی معرفت وواقفیت کی ایک شاخ ہے، حسن ظن اس بات پر مبنی ہے کہ اللہ کی وسیع رحمت، اس کی طاقت و قوت، اس کے احسان و بھلائی، اس کے علم وقدرت اور حسن اختیار کا علم ہو، جب انسان کو اللہ کے ان اوصاف کا علم ہو گا تو وہ لامحالہ اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھے گا اور اسی طرح اللہ کے بعض اسماء وصفات کے مشاہدہ سے بھی حسن ظن پیدا ہوتا ہے۔

جس کا دل اللہ کے اسماء وصفات کے معانی اور ان کے حقائق سے معمور ہو وہ اللہ کے ساتھ اس کے ہر نام اور صفت کے مطابق حسن ظن رکھتا ہے، اس لیے کہ ہر صفت کی خاص عبادت وبندگی اور خاص قسم کا حسن ظن ہے۔

اللہ کا جمال وکمال، اس کا جلال اور مخلوق پر اس کا احسان اس سے حسن ظن رکھنے کا باعث ہے، اللہ نے حسن ظن رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَأَحْسِنُوٓاْ ۛ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾

(اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔ [سورۃ البقرۃ: ۱۹۵]

اس کا ایک معنی سفیان ثوری نے یہ بیان کیا کہ اللہ سے حسن ظن رکھو اور نبی اکرم ﷺ نے اپنی موت سے پہلے حسن ظن کی اہمیت کے پیش نظر اس کی وصیت کی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے تین دن پہلے کہتے ہوئے سنا: **تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اللہ سے حسن ظن رکھتے ہوئے مرے۔**" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

خشوع و خضوع کے ساتھ (اپنے رب سے) حسن ظن رکھنے والے بندوں کی اللہ تعالی نے تعریف کی ہے اور دنیاوی بشارت کے طور پر ان کے لیے عبادت کو آسان فرمادیا اور عبادت کو ان کی نصرت و مدد کا ذریعہ بنادیا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ وَٱلصَّلَوٰةِۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى ٱلۡخَٰشِعِينَ ۞
ٱلَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَٰقُواْ رَبِّهِمۡ وَأَنَّهُمۡ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ﴾

(اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو یہ چیز شاق ہے، مگر ڈر رکھنے والوں پر۔ جو جانتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے اور یقیناً وہ اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)۔ [سورۃ البقرۃ: ۴۵-۴۶]

اللہ کی معرفت میں رسولوں کو بلند مقام حاصل تھا، اسی وجہ سے وہ اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اپنے سارے معاملات اسی کے سپرد کردیتے تھے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرا اور اپنے لخت جگر اسماعیل کو خانہ کعبہ کے پاس چھوڑ دیا جب کہ مکہ میں نہ کوئی انسان تھا اور نہ ہی وہاں پانی تھا، پھر جب ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے تو ہاجر نے ان کے پیچھے چلتے ہوئے کہا: "اے ابراہیم! ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی چیز ہے؟ یہ سوال انہوں نے بار بار کیا، لیکن ابراہیم نے کوئی توجہ نہیں دی، تو ہاجر نے کہا: کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ تو فرمایا: ہاں، تو ہاجر نے کہا: تب اللہ ہمیں برباد نہیں کرے گا۔" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

ہاجر کے اس حسن ظن کا بہتر انجام آپ کو پتہ ہی ہے، مبارک پانی کا چشمہ نکلا، خانہ کعبہ آباد ہوا، ہاجر کی یاد جاوداں ہوگئی، اسماعیل نبی بن گئے اور ان کی نسل سے آخری نبی اور سارے رسولوں کے امام مبعوث

ہوئے۔

یعقوب علیہ السلام کے دو بیٹے کھو گئے، مگر انہوں نے صبر کیا اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّمَآ أَشۡكُواْ بَثِّي وَحُزۡنِيٓ إِلَى ٱللَّهِ وَأَعۡلَمُ مِنَ ٱللَّهِ﴾

(میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں۔)[سورۃ یوسف:۸۶]

ان کا دل اللہ کے تئیں حسن ظن سے معمور تھا اور اس بات کا عقیدہ تھا کہ اللہ بہترین حفاظت کرنے والا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿عَسَى ٱللَّهُ أَن يَأۡتِيَنِي بِهِمۡ جَمِيعًاۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلۡعَلِيمُ ٱلۡحَكِيمُ﴾

(اللہ سے امید ہے کہ شاید اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے، وہی جاننے والا حکمت والا ہے)۔[سورۃ یوسف:۸۳]

اور اپنے بیٹوں کو بھی اسی کا حکم دیا، فرمایا:

﴿يَٰبَنِيَّ ٱذۡهَبُواْ فَتَحَسَّسُواْ مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَاْيۡـَٔسُواْ مِن رَّوۡحِ ٱللَّهِۖ إِنَّهُۥ لَا يَاْيۡـَٔسُ مِن رَّوۡحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡقَوۡمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ﴾

(اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں)۔[سورۃ یوسف:۸۷]

بنو اسرائیل ناقابل برداشت ایذا رسانیوں سے دوچار ہوئے، بڑی پریشانیوں کے باوجود بھی اللہ کے متعلق حسن ظن قائم رہا، اللہ ہی سے امید بندھی رہی اور نجات کا راستہ بھی اسی سے مانگتے رہے، چنانچہ حضرت موسی نے اپنی قوم سے کہا:

﴿ٱسۡتَعِينُواْ بِٱللَّهِ وَٱصۡبِرُوٓاْۖ إِنَّ ٱلۡأَرۡضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَآءُ مِنۡ عِبَادِهِۦۖ وَٱلۡعَٰقِبَةُ لِلۡمُتَّقِينَ﴾

(اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنادے، اور انجام بخیر پرہیز گاروں کا ہی ہوتا ہے)۔ [سورۃ الأعراف:۱۲۸]

حضرت موسی علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا معاملہ بڑا سنگین تھا، آگے سمندر اور پیچھے فرعون اور اس کا لشکر، یہاں تک کہ

﴿قَالَ أَصۡحَٰبُ مُوسَىٰٓ إِنَّا لَمُدۡرَكُونَ﴾

(موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم تو پکڑے گئے)۔ [سورۃ الشعراء:٦١]

تو حضرت موسی کلیم اللہ کا جو جواب تھا وہ اللہ پر ان کے عظیم توکل اور قدرت والے رب کے تئیں حسن ظن پر شاہد عدل ہے:

﴿قَالَ كَلَّآۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهۡدِينِ﴾

(کہا ہر گز نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتائے گا)۔ [سورۃ الشعراء:٦٢]

اب ایسی وحی آگئی جس کا خیال تک دل میں نہیں آیا تھا:

﴿فَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنِ ٱضۡرِب بِّعَصَاكَ ٱلۡبَحۡرَۖ فَٱنفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرۡقٖ كَٱلطَّوۡدِ ٱلۡعَظِيمِ * وَأَزۡلَفۡنَا ثَمَّ ٱلۡأٓخَرِينَ * وَأَنجَيۡنَا مُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُۥٓ أَجۡمَعِينَ * ثُمَّ أَغۡرَقۡنَا ٱلۡأٓخَرِينَ﴾

(پھر ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ اپنی لاٹھی کو دریا پر مار، جس سے دریا پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا بڑے ٹیلے کی طرح ہو گیا۔ اور ہم نے اس جگہ دوسروں کو پہنچا دیا۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو نجات دی۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا)۔ [سورۃ الشعراء:٦٣-٦٦]

مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنے والے اور اس کے تئیں حسن ظن رکھنے والے ہمارے نبی محمد ﷺ تھے، آپ کو آپ کی قوم نے ایذائیں پہنچائیں، مگر آپ ﷺ کو پورا بھروسہ تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ اپنے دین کی مدد کرکے رہے گا، پہاڑ کے فرشتے نے آپ سے کہا: **"اگر آپ چاہیں تو مکہ کے دونوں جانب جو پہاڑ ہیں ان پر رکھ دوں۔"** نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"(نہیں) بلکہ میں اُمید**

رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ وحدہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔" (متفق علیہ)۔ سخت تنگی اور بے انتہا پریشانی میں بھی ہمارے نبی ﷺ اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے، مکہ سے آپ کو نکالا گیا، مکہ سے نکلے اور راستے میں ایک غار کے اندر چھپ گئے۔ کفار مکہ آپ کے پاس پہنچ گئے اور آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اس وقت آپ اپنے یار غار کو اطمینان دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا﴾

(کہ غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ [سورۃ التوبۃ:۴۰]

ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "غار کے اندر میں نے نبی ﷺ سے کہا: ان میں سے اگر کوئی اپنے پیر کی طرف دیکھے گا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، تو آپ کہا: اے ابو بکر! ایسے دو آدمی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔" متفق علیہ)۔

چہار جانب سے آپ ﷺ تکلیف و پریشانی اور جنگ وجدال سے گھرے ہوئے تھے، اس کے باوجود آپ کو اس بات کا یقین تھا کہ مرور زمانہ کے ساتھ یہ دین پوری دنیا میں پھیلے گا، آپ ﷺ کہا کرتے تھے: "جہاں تک رات اور دن پہنچتے ہیں یہ دین بھی وہاں تک پہنچے گا، اللہ تعالیٰ کسی کچے یا پکے مکان کو نہیں چھوڑے گا مگر اس میں اس دین کو داخل کر دے گا، عزت دار کی عزت کے ساتھ یا ذلیل کی ذلت کے ساتھ۔" (احمد)۔ نبی ﷺ سوئے ہوئے تھے اتنے میں ایک دیہاتی آتا ہے اور آپ پر تلوار تان لیتا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: "میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار تنی ہوئی ہے، اس نے کہا: مجھ سے تم کو کون بچائے گا؟ میں نے تین بار کہا: اللہ، آپ نے اسے کوئی سزا نہیں دی پھر آپ بیٹھ گئے۔" (متفق علیہ)۔ اور احمد کے یہاں یہ لفظ بھی ہے: "تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔"

انبیا کے بعد صحابہ کرام اللہ کے ساتھ سب سے زیادہ حسن ظن رکھنے والے تھے، ارشاد باری ہے:

﴿ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ

فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿﴾

(جنہیں لوگوں نے کہا کہ مکہ والوں نے تمہارے مقابلے کے لیے سامان جمع کیا ہے سو تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا، اور کہا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے)۔[سورۃ آل عمران: ۱۷۳]

ابن دغنہ ابو بکر کے پاس آیا تاکہ آپ اپنی نماز اور تلاوت میں آواز بلند نہ کریں ورنہ ان سے دفاع کا جو عہد وپیمان ہے اسے توڑ دے گا اور ان پر ظلم کے لیے کفار قریش کو چھوٹ دے گا، تو ابو بکر نے جواب دیا: "میں ہی تمہارے امان کو ختم کرتا ہوں اور اللہ کے امان پر راضی برضا ہوں۔" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔)، عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، اس وقت میرے پاس اچھا خاصا مال تھا، تو میں نے کہا: اگر میں کبھی ابو بکر پر سبقت کر سکتا ہوں تو آج میں ان پر سبقت کر جاؤں گا، وہ کہتے ہیں: میں نے اپنی آدھی جائداد آپ کے حوالے کر دی، رسول ﷺ نے مجھ سے پوچھا: **بال بچوں کے لیے کتنا چھوڑے ہیں**؟ میں نے کہا: جتنا مال صدقہ کیا ہوں اتنا اور ہے، پھر ابو بکر اپنی پوری جائداد ہی لے کر آ گئے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: **بال بچوں کے لیے کتنا چھوڑے ہیں؟** تو انہوں نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ دیا ہے۔" (ابو داود)۔

حضرت خدیجہ دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں، پہلی وحی کے بعد نبی ﷺ ان کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں: "**مجھے اپنے آپ پر ڈر لگتا ہے**، حضرت خدیجہ آپ سے کہتی ہیں: ایسا ہرگز نہیں، بلکہ آپ خوش ہو جائیں، اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، اللہ کی قسم! آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بے کسوں کا بار اٹھاتے ہیں، فقیروں کے لیے کماتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور حق کی باتوں میں مدد کرتے ہیں۔" (متفق علیہ)۔

سلف صالحین بھی اسی طرح اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھا کرتے تھے، سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں: "میں نہیں چاہتا کہ میری نیکی اور بدی کا محاسبہ میرے والدین کے ذمہ ہو، میرے لیے میرا رب میرے والدین سے بہتر ہے۔" اور سعید بن جبیر یہ دعا کیا کرتے تھے: "اے اللہ! میں تجھ سے صدق توکل اور

حسن ظن کا سوال کرتا ہوں۔"

جنوں میں بھی نیک لوگ ہیں، وہ بھی اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں، اللہ کی طاقت و قوت اور وسعت علم کا یقین رکھتے ہیں، چنانچہ ان کا ایک عقیدہ یوں بیان ہوا ہے:

﴿وَأَنَّا ظَنَنَّآ أَن لَّن نُّعۡجِزَ ٱللَّهَ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَن نُّعۡجِزَهُۥ هَرَبٗا﴾

(اور بے شک ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم اللہ کو زمین میں (جاکر) کبھی عاجز نہ کر سکیں گے اور نہ ہی ہم بھاگ کر عاجز کر سکیں گے)۔[سورۃ الجن:۱۲]

اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اگر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری کردے، ایسا قسم کھانے کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ یہ اللہ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے ہوتا ہے، ایک مومن کو ہر آن اور ہر حال میں اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے، خصوصا جب دعا اور مناجات کرے تو اللہ کی قربت کا یقین رکھے اور اس بات پر یقین رکھے کہ اللہ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہے اور امید لگانے والے کی امید کو ناکام نہیں کرتا۔

توبہ کی قبولیت کے اسباب میں سے یہ ہے کہ توبہ کرنے والا اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھے، نبی ﷺ اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **"میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے علم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو بخش دیتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ چنانچہ وہ جو چاہے کرے۔"** (متفق علیہ)۔

مشکلات اور آزمائش کے وقت حسن ظن صیقل مزید صیقل ہو جاتا ہے اور بدگمانی کا بادل چھٹ جاتا ہے، غزوۂ احد میں اہل ایمان ثابت قدم تھے، جبکہ دوسرے لوگ اللہ کے ساتھ جاہلیت والی ناحق بدگمانی پالے ہوئے تھے، غزوۂ احزاب میں لوگوں کے گمان اللہ کے متعلق مختلف تھے، اللہ تعالی نے ایک گروہ کے متعلق فرمایا:

﴿هُنَالِكَ ٱبۡتُلِيَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَزُلۡزِلُواْ زِلۡزَالٗا شَدِيدٗا *

وَإِذۡ يَقُولُ ٱلۡمُنَٰفِقُونَ وَٱلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٞ مَّا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ إِلَّا غُرُورٗا﴾

(اس موقع پر ایماندار آزمائے گئے اور سخت ہلادیے گئے۔ اور جب کہ منافق اور جن کے دلوں میں شک تھا کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا صرف دھوکا ہی تھا)۔[سورۃ الأحزاب: ۱۲-۱۱]

اور جہاں تک صحابہ کی بات ہے تو ان کا یہ یقین تھا کہ آزمائشیں اللہ کی طرف سے ہیں، جن کے بعد نصرت ومدد اور فراخی آئے گی، ان کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

﴿وَلَمَّا رَءَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلْأَحْزَابَ قَالُوا۟ هَـٰذَا مَا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَصَدَقَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّآ إِيمَـٰنًا وَتَسْلِيمًا﴾

(اور جب مومنوں نے فوجوں کو دیکھا تو کہا یہ وہ ہے جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا، اور اس سے ان کے ایمان اور فرمانبرداری میں ترقی ہو گئی)۔[سورۃ الأحزاب: ۲۲]

اللہ کے ساتھ حسن ظن ہی تنگی، مصائب ومشکلات اور غم وہم سے نکلنے کا ذریعہ ہے، وہ تین حضرات جو جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے ان کی پریشانی کے خاتمہ کا سبب ان کا اللہ کے ساتھ حسن ظن ہی تھا، اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

﴿وَعَلَى ٱلثَّلَـٰثَةِ ٱلَّذِينَ خُلِّفُوا۟ حَتَّىٰٓ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ ٱلْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوٓا۟ أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ ٱللَّهِ إِلَّآ إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ﴾

(اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا، یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہوگئیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کوئی پناہ نہیں سوائے اسی کی طرف آنے کے، پھر بھی اپنی رحمت سے ان پر متوجہ ہوا تاکہ وہ توبہ کریں، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے)۔[سورۃ التوبۃ: ۱۱۸]

اللہ طاقت ور اور قدرت والا ہے، وہ اپنے بندوں اور ولیوں کی مدد کرتا ہے۔ اس پر کوئی غالب نہیں

آسکتا اور اللہ کی نصرت و مدد پر بھروسہ کرنا یقین وایمان میں داخل ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِن يَنصُرْكُمُ ٱللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ
وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا ٱلَّذِى يَنصُرُكُم مِّنۢ بَعْدِهِۦ﴾

(اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر اس کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے؟)۔[سورۃ آل عمران:١٦٠]

اللہ سبحانہ وتعالی مہربان اور نہایت رحم والا ہے، جو اس پر ایمان لا کر نیک عمل کرے گا اور اس کی رحمت کا امیدوار ہوگا وہ اس کی رحمت کو پالے گا، نبی ﷺ نے فرمایا: "**جب اللہ نے مخلوق پیدا کی تو عرش کے اوپر اپنے پاس لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غصہ سے بڑھ کر ہے۔**" (متفق علیہ)۔

جس کی زندگی میں تنگی آجائے تو اس کا حسن ظن خوشحالی وکشادگی کا ذریعہ ہوتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**جو شخص فاقہ کا شکار ہو اور اس پر صبر کرنے کے بجائے لوگوں سے بیان کرتا پھرے، تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہوگا، اور جو فاقہ کا شکار ہو اور اسے اللہ کے حوالے کر کے اس پر صبر سے کام لے تو قریب ہے کہ اللہ تعالی اسے دیر یا سویر روزی دے۔**" (اسے ترمذی روایت کیا ہے)، زبیر بن عوام نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہا: "بیٹا! اگر قرض ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ تو میرے مالک و مولا سے اس کی مدد مانگنا۔ عبداللہ نے بیان کیا کہ قسم اللہ کی! میں ان کی مراد نہیں سمجھ سکا، میں نے پوچھا کہ بابا آپ کے مولا کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ پاک! عبداللہ نے بیان کیا، قسم اللہ کی! ان کا قرض ادا کرنے میں جب کبھی دشواری سامنے آئی تو میں نے اسی طرح دعا کی کہ اے زبیر کے مولا! ان کی طرف سے ان کا قرض ادا کرادے چنانچہ ادائیگی کی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

اللہ سبحانہ وسیع مغفرت اور کشادہ بخشش ونوازش والا ہے، جو اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس کی بے نیازی، فضل وکرم اور مغفرت کا طلب گار ہوگا اس کی طلب پوری کرے گا، اللہ سبحانہ وتعالی آسمانِ دنیا میں ہر رات کے آخری حصے میں اترتا ہے اور کہتا ہے: "**کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اسے قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے میں اسے عطا کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو**

میں اسے معاف کر دوں؟۔" (متفق علیہ)،اس کے دونوں ہاتھ نوازش سے لبریز ہیں، **"خرچ کرنے سے اس کے خزانے میں کمی نہیں آتی،وہ دن رات سخاوت کے ساتھ خرچ کرتا رہتا ہے۔"**

اللہ تعالی توبہ قبول کرنے والا ہے،بندوں کی توبہ سے خوش ہوتا ہے،اپنا ہاتھ رات میں پھیلا دیتا ہے تاکہ دن کے گنہگار توبہ کر لیں اور اپنا ہاتھ دن میں بھی پھیلاتا ہے تاکہ رات کے گنہگار توبہ کر لیں،اس کی صفات کاملہ میں سے یہ بھی ہے کہ جو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسے خالی واپس نہیں کرتا،انسان کو سب سے زیادہ اللہ کے ساتھ حسن ظن کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب اس کی موت کا وقت قریب ہو، دنیا کو الوداع کہہ کر اپنے رب کے پاس جانے والا ہو، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"تم میں سے ہر گز ہر گز کسی کی موت نہ ہو مگر وہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

حسنِ ظن کی یہ عبادت،اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی عبودیت و بندگی کا نام ہے،انسان کو اپنے رب سے وہی ملتا ہے جس کا وہ گمان رکھتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: **"اللہ تعالی کہتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں،اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔"** (متفق علیہ)۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "جب بھی کوئی انسان اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اللہ اسے اس کے گمان کے مطابق عطا کرتا ہے، کیوں کہ ہر طرح کی خیر اللہ سبحانہ کے ہاتھ میں ہے۔"

جب بندے کو اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی توفیق مل جاتی ہے تو اس کے لیے دینی خیر و بھلائی کا بڑا دروازہ کھل جاتا ہے،ابن مسعود کہتے ہیں: "قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں،ایک مومن بندے کو اللہ کے تئیں حسن ظن سے بہتر کوئی چیز نہیں دی گئی۔"

لوگوں کے اعمال اپنے رب کے ساتھ ان کے حسن ظن کے بقدر انجام پاتے ہیں، چنانچہ مومن اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے تو نیک اعمال انجام دیتا ہے اور کافر اللہ کے ساتھ سوء ظن رکھتا ہے تو برے اعمال میں ملوث رہتا ہے، یہ عبادت حسنِ اسلام اور کمالِ ایمان کا مظہر ہے، یہ جنت کا راستہ ہے،اس قلبی عبادت سے اللہ پر توکل اور بھروسہ حاصل ہوتا ہے،ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تم اپنے رب کے ساتھ جس قدر حسن ظن رکھوگے اور اس کے ساتھ امید لگاؤگے اسی قدر اس پر تمہارا توکل ہوگا،اسی وجہ

سے بعض سلف نے توکل کی تفسیر حسن ظن سے کی ہے، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ حسنِ ظن توکل کا سبب ہے، کیوں کہ جس سے آپ بد ظن ہوں، اس پر توکل کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اور جس سے آپ ناامید ہوں، اس پر توکل نہیں کر سکتے"۔

اس عبادت کا اثر یہ ہے کہ اس سے دل مطمئن ہوتا ہے، اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے رجوع وانابت کرتا ہے، شرحِ صدر کے لیے ایمان کے بعد اللہ پر بھروسہ اور اس کے ساتھ امید لگانے سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے، حسن ظن نیک فال کا سبب بھی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**چھوت لگنا کوئی چیز نہیں اور بد شگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔**" (متفق علیہ) حلیمی کہتے ہیں: "بد شگونی: اللہ کے ساتھ سوء ظن رکھنے کا نام ہے اور نیک شگون: اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا نام ہے۔"

حسنِ ظن انسان کو سخاوت و شجاعت پر ابھارتا ہے اور طاقت و قوت عطا کرتا ہے، ابو عبد اللہ ساجی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جس نے اللہ پر بھروسہ کر لیا اس نے اپنی طاقت حاصل کر لی، یہ بہترین زاد راہ اور عمدہ اسلحہ ہے۔" سلمہ بن دینار رحمہ اللہ سے پوچھا گیا، "اے ابو حازم! آپ کا مال کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ پر بھروسہ اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس سے ناامیدی۔"

جو اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھے گا وہ سخی ہو گا اور اللہ کے اس قول پر یقین رکھتے ہوئے اپنا مال خوب خرچ کرے گا:

﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ﴾

(اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ اس کے بدلے اور دے گا)۔[سورۃ سبأ:۳۹]

سلیمان دارانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جو اپنے رزق کے سلسلے میں اللہ پر بھروسہ کر لے گا اس کے حسن اخلاق میں اضافہ ہو گا، اسے بردباری عطا ہو گی، وہ مال خرچ کرنے میں سخاوت کرے گا اور نماز میں اسے بہت کم وسوسے آئیں گے۔"

یہ حسنِ ظن انسان کو اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کی امید رکھنے، اس کے وعدے پر بھروسہ کرنے

اور اس کے فضل وکرم کی خواہش میں نیک عمل کرنے پر ابھارتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا قول ہے:

﴿وَمَا يَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَلَن يُكْفَرُوهُ﴾

(اور یہ جس طرح کی نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی)۔[سورۃ آل عمران:١١٥]

بندے جس طرح اللہ کے ساتھ گمان رکھتے ہیں اسی طرح اللہ ان کے ساتھ معاملہ کرتا ہے، جیسا عمل ہوگا ویسا بدلہ ملے گا، جو اچھا گمان رکھے گا اس کے ساتھ اچھا معاملہ ہوگا اور جو برا گمان رکھے گا وہ ناکام ہوگا، نبی ﷺ نے فرمایا: "**اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، اگر اس نے میرے ساتھ حسن ظن رکھا تو اس کے لئے خیر ہے اور اگر بدگمانی کی تو اس کے لئے شر ہے**"(احمد)، جب بندہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھے گا تو وہ اسے کبھی ناکام نہیں کرے گا اور قیامت کے دن حسن ظن رکھنے والے کہیں گے:

﴿ هَاؤُمُ اقْرَؤُوا كِتَابِيَه إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَه فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴾

(لو میرے نامۂ اعمال پڑھو مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔ وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا)۔[سورۃ الحاقۃ:١٩]

اے مسلمانو!

اللہ کریم، بڑا، طاقت ور اور عظیم ہے، جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے: ہو جا پھر وہ ہو جاتی ہے، اس نے اپنی کتاب کی حفاظت، اپنے دین کی نصرت اور متقیوں کے لیے حسن انجام کا وعدہ کیا ہے، جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے اور جو اس کا سہارا لیتا ہے اس کی پریشانیاں دور کر دیتا ہے۔

جس کے اندر اللہ کی معرفت زیادہ ہوگی اس کا اللہ پر یقین بھی زیادہ ہوگا اور جو اس سے بدگمان ہے وہ دراصل اس کے کامل اسماء وصفات سے جہالت کی بنیاد پر بدگمان ہے اور اللہ کے ساتھ بدگمانی اہل جاہلیت کی صفت ہے، اللہ سبحانہ نے فرمایا:

﴿يَظُنُّونَ بِٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ ظَنَّ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ﴾

(اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے جاہلیت کے سے گمان)۔[سورۃ آل عمران:۱۵۴]

اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان کا ثمرہ یہ ہے کہ اس سے اللہ کے ساتھ حسن ظن اور اس پر بھروسہ پیدا ہوتا ہے نیز انسان اپنے تمام معاملات اسی کے سپرد کر دیتا ہے۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

﴿فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ ٱلْعَالَمِينَ﴾

(سارے جہاں کے رب کے ساتھ تمہارا کیا گمان ہے؟)[سورۃ الصافات:۸۷]

اللہ تعالی قرآن کریم کو میرے اور آپ کے لیے بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، میں اللہ کی شان کی تعظیم کے طور پر گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

اے مسلمانو!

اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی حقیقت حسن عمل میں ظاہر ہوتی ہے، حسن ظن نیکی و بھلائی کے ساتھ ہی مفید ہوتا ہے، اللہ کے ساتھ حسن گمان رکھنے والوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو اللہ کی سب سے زیادہ عبادت کرنے والا ہو، جب انسان اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھے گا تب اس کا عمل بھی حسین ہوگا، جس سے برے اعمال سرزد ہوتے ہیں وہ اللہ کے ساتھ سوء ظن کا شکار ہے، جو حسن ظن کے ساتھ گناہ بھی کرتا ہے گویا وہ اللہ کے مکر سے مامون ہے، حسنِ ظن اگر انسان کو اطاعت پر ابھارتا ہے تو وہی حسن ظن مفید ہے، اور اگر دل میں حسن ظن کی کمی ہوتی ہے تو اعضاء وجوارح معصیت میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

اخیر میں یہ جان لو کہ اللہ تعالی نے تمہیں اپنے نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

اللہ کے فیصلے ہی میں اچھائی و بہتری ہے (1)

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دے نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ آپ پر اور آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر بے شمار درود وسلام نازل کرے۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے کما حقہ ڈرو، تقوی تمہارے ظاہری و باطنی اعمال میں سب سے افضل و بہتر عمل ہے۔

مسلمانو!

اللہ تعالی نے اپنے آپ کو بہترین ناموں سے موسوم کیا ہے اور کامل ترین صفات سے متصف کیا ہے، مخلوقات کو پیدا کیا اور مہارت وخوبی کے ساتھ پیدا کیا، کائنات کو بنایا اور بہت خوب بنایا، اسے سنبھالا اور بہت خوب سنبھالا، کوئی بھی چیز اس کے علم وارادے کے بغیر نہ حرکت کر سکتی ہے اور نہ ٹھہر سکتی ہے، وہ حکم کرتا ہے اور اس کے حکم پر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکتا، وہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا، وہ طاقت ور ہے، اس کے کام کے سامنے کوئی آڑے نہیں آسکتا، وہ عظیم اور بڑا ہے، اس کے کام کے بارے میں کوئی پوچھ نہیں سکتا، لیکن مخلوقات سے پوچھا جائے گا، ساتھ ہی ساتھ وہ مہربان بھی ہے، مخلوق اس کی رحمت و شفقت سے لطف اندوز ہو رہی ہے، ماں اپنے بچے پر جتنی مہربان ہے وہ اس سے

---

(1) یہ خطبہ بروز جمعہ 12 ربیع الثانی 1429 ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، وہ شکر گذار ہے، جو اس کے لیے کوئی چیز چھوڑتا ہے اسے اس سے زیادہ نوازتا ہے، اپنے بندوں کے لیے لطیف و مہربان ہے، انہیں نعمتوں پر نعمتیں عطا کرتا ہے اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا، وہ بڑا رازق ہے، رزق کے دروازوں کو کھولتا ہے، اپنے بندوں پر زمین و آسمان میں رزق کے دروازے کھول رکھا ہے:

﴿قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ قُلِ ٱللَّهُ ۖ﴾

(کہہ دو تمھیں آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے، کہو اللہ)۔[سورۃ سبأ: ۲۴]

وہ سخی ہے، وہ نوازتا ہے اور خوب نوازتا ہے، اس کے اور مخلوق کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔

انسان کمزور ہے، اس کی صفت محتاجگی ہے، اس کا وصف جلد بازی ہے، اس پر جہالت کا پردہ ہے، کل کیا ہوگا وہ نہیں جانتا، وہ اپنی جائے موت سے بھی ناواقف ہے۔

﴿وَٱللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّنۢ بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَٱلْأَفْـِٔدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

(اور اللہ نے تمھیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا تم کسی چیز کو نہ جانتے تھے اور تمھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تاکہ تم شکر کرو)۔[سورۃ النحل: ۷۸]

اللہ سبحانہ اپنے بندوں پر مہربان و شفیق ہے، اس نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اپنے سارے معاملات اسی کے حوالے کر دے، اسی پر بھروسہ کرے اور اس کے دیے ہوئے حصے سے راضی ہو جائے۔

قضاو قدر پر ایمان لانا ایمان کا ایک رکن ہے، نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کو ایمان کے اسباب اور اللہ کی اختیار کردہ تقدیر پر راضی رہنے کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح انہیں قرآنی سورت کی تعلیم دیتے تھے، کیوں کہ غیبی امور اور حکمتیں بندوں سے پوشیدہ ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام امور میں استخارہ (خیر و بھلائی کی طلب) کی تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآنی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔)، اللہ تعالی اپنے بندے کے لیے جو فیصلہ

کرتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو بندہ اپنے لیے طلب کرتا ہے، کیوں کہ اللہ بندہ پر اس کی ذات سے زیادہ مہربان ہے، اللہ بندے کے لیے جو ذخیرہ کرتا ہے اور اسے چاہنے کے باوجود نہیں دیتا وہ اس کے لیے بہتر ہے گرچہ بندے کا دل اس کی ضد کا مشتاق ہوتا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: "**مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے،اور یہ مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔اگر اسے آسودہ حالی ملتی ہے اور اس پر وہ شکر کرتا ہے تو یہ شکر کرنا اس کے لیے باعث خیر ہی ہے اور اگر اسے کوئی تنگی لاحق ہوتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لیے باعث خیر ہے۔**"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

ایک مسلمان جن مصائب اور حزن وملال سے دوچار ہوتا ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالی اسے آزماتا ہے تاکہ اس کی اصلاح کرے،ان کے ذریعہ اسے آزماتا ہے تاکہ اسے عطا کرے،اسے محروم کرتا ہے تاکہ اس کے درجات بلند کرے اور کبھی کبھی ناپسدیدہ چیز محبوب چیز لے کر آتی ہے اور کبھی کبھی محبوب چیز ناپسندیدہ چیز لے کر آتی ہے،اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾

(اللہ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے)۔[سورۃ البقرۃ:۲۱٦]

اسی آزمائش کے ذریعہ اللہ اسے کتنے درجات عطا کرتا ہے اور کتنی بخششیں نوازتا ہے اور اسے اس کا پتہ تک نہیں ہوتا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں حضرت اسماعیل عطا کیے گئے،ابراہیم نے ان سے خوب محبت کی، پھر اللہ نے ان کی آزمائش کے طور پر انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا،ابراہیم خلیل اللہ نے اس حکم کی تعمیل کی، جس کے نتیجے میں ان کے حق میں خیر وبھلائی آئی،اللہ نے ان کے لخت جگر کو ذبح ہونے سے بچالیا،اور حضرت اسماعیل نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کے ساتھ خانہ کعبہ کی تعمیر کی،اللہ نے انہیں حضرت اسماعیل کے علاوہ حضرت اسحاق بھی عطا کیا، حضرت اسحاق کے بعد حضرت یعقوب آئے یہاں تک کہ جو بھی نبی آئے سب کے سب خلیل اللہ ابراہیم کے خانوادے سے ہی آئے۔

حضرت اسماعیل کی ماں ہاجر علیہا السلام کو حضرت ابراہیم نے اللہ کے حکم سے شیر خوار بچے کے ساتھ

مکہ میں چھوڑ دیا، جو بے آب و گیاہ وادی میں واقع تھا، جہاں نہ کوئی آدمی تھا اور نہ کوئی آہٹ، وہ ہلاکت کے دہانے پر کھڑی تھیں، نہ پانی تھا، نہ کوئی پناہ گاہ، دو پہاڑوں کے درمیان دوڑتیں کہ کوئی نظر آجائے مگر کوئی نظر نہیں آتا، لیکن اللہ نے ان کے لیے جو پسند کیا اسی میں خیر و بھلائی تھی، حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور اپنے بازو سے زمین پر مارا تو ہاجر کا اللہ پر توکل کرنے کی برکت سے زمزم کا چشمہ جاری ہو گیا، جس سے حجاج و معتمرین اور دیگر لوگ سیر اب ہوتے ہیں، اور صفا و مروہ پر ہاجر علیہا السلام کی طرح حجاج و معتمرین بھی دوڑتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے مشفق و مہربان باپ کے سایہ میں زندگی گزاری، وہ یوسف پر اس بات سے خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے نکلے:

﴿أَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدٗا يَرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ﴾

(کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیں کہ وہ کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں)۔[سورۃ یوسف:۱۲]

پھر انہیں اس نگرانی اور پیار کے بیچ سے الگ کر دیا جاتا ہے، اپنے باپ کی شفقت اور بھائیوں کی انسیت سے محروم ہو جاتا ہے، انہیں تاریک کنویں میں تنہا ڈال دیا جاتا ہے، اللہ نے انہیں حسب و نسب اور حسن و شباب سے نوازا تھا، اب کنواں سے نکلنے کے بعد ایک عورت انہیں پھسلانے لگتی ہے، اور زنا کے سارے راستے ہموار بھی ہیں لیکن وہ کہتے ہیں:

﴿مَعَاذَ ٱللَّهِۖ إِنَّهُۥ رَبِّيٓ أَحۡسَنَ مَثۡوَايَ﴾

(اللہ کی پناہ، وہ تو میرا آقا ہے جس نے مجھے عزت سے رکھا ہے)۔[سورۃ یوسف:۲۳]

جس کے نتیجے میں اللہ ان کی تعریف کرتا ہے اور انہیں جوانی کی عفت اور تنہائی میں خشیت الٰہی کی ایک مثال بنا دیتا ہے، کنواں سے نکال کر اللہ تعالیٰ انہیں رسالت و نبوت عطا کرتا ہے، ان کے ہاتھ میں بادشاہت کے خزانے دے دیتا ہے اور قرآن میں ان کے نام سے ایک سورت بھی نازل کر دی گئی ہے جس کی تلاوت تا صبح قیامت کی جاتی رہے گی۔

حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، بیماری کی وجہ سے دوست واحباب ان سے الگ ہو جاتے ہیں، اسی حالت میں ان کی اولاد بھی موت سے دوچار ہو جاتی ہیں، لیکن اللہ نے تو اپنی رحمت وشفقت سے ان کے لیے شفا اور نعمتیں لکھ رکھی تھیں، چنانچہ وہ آزمائش و بیماری سے شفایاب ہو گئے، اللہ نے انہیں فوت شدہ اولاد کی تعداد میں اولاد عطا کی اور انہیں صبر کرنے والوں کے لیے ایک مثال بنادی:

﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّى مَسَّنِىَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ * فَٱسْتَجَبْنَا لَهُۥ فَكَشَفْنَا مَا بِهِۦ مِن ضُرٍّ ۖ وَءَاتَيْنَٰهُ أَهْلَهُۥ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَٰبِدِينَ﴾

(اور جب کہ ایوب نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے روگ لگ گیا ہے حالانکہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پھر ہم نے اس کی دعا قبول کی اور جو اسے تکلیف تھی ہم نے دور کر دی، اور اسے اس کے گھر والے دیے اور اتنا ہی ان کے ساتھ اپنی رحمت سے اور بھی دیا اور عبادت کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے)۔[سورۃ الأنبیاء: ۸۳-۸۴]

حضرت یونس علیہ السلام کو کشتی سے سمندر کی گہرائیوں میں پھینک دیا جاتا ہے، ایک بڑی مچھلی انہیں نگل جاتی ہے، لیکن اللہ نے انہیں ہلاکت سے بچالیا اور اپنی نگرانی میں لے لیا، پھر مچھلی نے انہیں اپنے پیٹ میں کئی روز رکھنے کے بعد سمندر کے ساحل پر ڈال دیا، اللہ نے ان پر کدو کا ایک درخت اگایا، انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا، سبھوں نے ایمان لایا اور ایک مدت تک اللہ نے انہیں خوب ناز و نعم سے نوازا، چنانچہ ان کی یہ آزمائش ان کے لیے، ان کی قوم کے لیے اور ان کے بعد کے مصیبت زدگان کے لیے خیر ثابت ہوئی، جس کسی نے بھی حضرت یونس کی دعا پڑھی اللہ نے اسے اس کی پریشانی سے نجات دی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَذَا ٱلنُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَٰضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ أَن لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَٰنَكَ إِنِّى كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ *

﴿فَٱسۡتَجَبۡنَا لَهُۥ وَنَجَّيۡنَٰهُ مِنَ ٱلۡغَمِّۚ وَكَذَٰلِكَ نُـۨجِي ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾

(اور مچھلی والے کو جب (وہ اپنی قوم سے) غصہ ہو کر چلا گیا پس خیال کیا کہ ہم اسے نہیں پکڑیں گے پھر اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے تو بے عیب ہے، بے شک میں بے انصافوں میں سے تھا تم ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچالیا کرتے ہیں)۔[سورۃ الأنبیاء:۸۷-۸۸]

آپ ﷺ نے فرمایا: **"ذوالنون (حضرت یونس) علیہ السلام کی وہ دعا جو آپ علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یہ ہے:**

﴿لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾

(اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تیری ذات پاک ہے، بے شک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا)۔[سورۃ الأنبیاء:۸۷]

بے شک جو مسلمان بھی جب کبھی کسی چیز کے بارے میں یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی یہ دعا قبول فرماتا ہے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے)۔

حضرت زکریا علیہ السلام ایک زمانہ تک اولاد سے محروم رہے، ان کی ہڈی کمزور پڑ گئی، سر کے بال سفید ہو گئے مگر اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرتے رہے، اس تاخیر کا انجام بخیر ہوا؛ فرشتے نے آواز دی کہ اللہ آپ کو ایک بچہ کی خوشخبری سناتا ہے، اور اس بچہ کا نام خود اللہ تعالیٰ اختیار کرتا ہے اور ایسے نام سے ان کو موسوم کرتا ہے جس سے ان سے پہلے کسی کو موسوم نہیں کیا گیا، ارشاد باری ہے:

﴿يَٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَٰمٍ ٱسۡمُهُۥ يَحۡيَىٰ لَمۡ نَجۡعَل لَّهُۥ مِن قَبۡلُ سَمِيّٗا﴾

(اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی پیدا نہیں کیا)۔[سورۃ مریم:۷]

ماں کے پیٹ میں حمل ٹھہرنے سے پہلے ہی اللہ نے بچہ کے والد کو اس کے مستقبل کے بارے میں بتلادیا تاکہ اس کی ہدایت کی خبر سن کر ان کا دل مطمئن ہو جائے، ارشاد باری ہے:

﴿مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ﴾
(اللہ تعالی کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا، سردار، ضابط نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے)
۔[سورۃ آل عمران:۳۹]

حضرت موسی کی ماں کو اللہ تعالی نے حکم دیا کہ وہ اپنے شیر خوار لخت جگر موسی کو سمندر میں ڈال دے، بظاہر تو یہاں ہلاکت دکھ رہی تھی، لیکن اللہ نے ان کی حفاظت کی، ان پر دودھ پلانے والی عورتوں کو حرام کردیا اور انہیں ان کی ماں کے پاس لوٹادیا، ان کی ماں دودھ پلانے لگی اور دودھ پلانے کی اجرت بھی لینے لگی۔

پھر حضرت موسی علیہ السلام فرعون کے گھر میں ناز ونعمت اور خوشحالی کے ساتھ زندگی کے ایام گذارنے لگے، لیکن ایک بار پھر آزمائش سے دوچار ہوئے، پوری ایک جماعت ان کے قتل کی سازش رچنے لگی، پتہ چلتے ہی خوف وہراس کے عالم میں نکل گئے اور چٹیل صحرا سے گزرتے ہوئے ایک اجنبی شہر مدین پہنچ گئے، وہاں اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے گویا ہوئے:

﴿رَبِّ إِنِّي لِمَآ أَنزَلۡتَ إِلَيَّ مِنۡ خَيۡرٖ فَقِيرٞ﴾

(اے میرے رب! تو میری طرف جو اچھی چیز اتارے میں اس کا محتاج ہوں)۔[سورۃ القصص:۲۴]

تو اللہ نے اس مشقت و آزمائش کے بعد آپ کو رسالت و نبوت عطا فرمائی، براہ راست ان سے گفتگو کی اور اولوالعزم رسولوں میں سے بنادیا۔

مریم کی ماں کی خواہش تھی کہ انہیں کوئی لڑکا پیدا ہو، لیکن اللہ نے انہیں لڑکی عطا کی اور اس کا انجام بھی بہت بہتر ہوا، چنانچہ اسی لڑکی کے پیٹ سے ایک نبی ورسول پیدا ہوئے۔

مریم علیہا السلام نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی، اللہ نے ان میں اپنی روح میں سے پھونکا اور بغیر شوہر کے اللہ کے حکم سے حاملہ ہوگئی، اس واقعہ کی سنگینی سے گھبرا کر کہنے لگی:

﴿يَٰلَيۡتَنِي مِتُّ قَبۡلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسۡيٗا مَّنسِيّٗا﴾

(اے کاش! میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور میں بھولی بھلائی ہوتی)۔[سورۃ مریم:۲۳]

لیکن اللہ تعالی حکمت و علم والا ہے، اس نے اس حمل کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنادیا، مریم علیہا السلام اسے بغیر شوہر کے اٹھائے پھرتی رہی اور یہی حمل نبی بن کر پیدا ہوا اور اللہ نے ان کو اور ان کے بچے کو قرآن میں ذکر کر کے لازوال بنادیا:

﴿وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾

(اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہان کے لیے نشانی بنایا)۔[سورۃ الأنبیاء:۹۱]

ہمارے نبی محمد ﷺ نے بغیر ماں باپ کے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی، حتی کے آپ کے بھائی بھی نہیں تھے کہ ان کے ساتھ رہتے، اللہ نے ہی آپ کو پناہ دی:

﴿أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ﴾

(کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تھا پھر جگہ دی)۔[سورۃ الضحی:٦]

آسمان کے سفر معراج پر لے جایا گیا، جبریل آپ کے رفیق سفر رہے اور اللہ نے آپ کے لیے جنت میں سب سے اعلی وافضل جگہ تیار کر رکھی ہے، آپ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

(اور البتہ آخرت آپ کے لیے دنیا سے بہتر ہے)۔[سورۃ الضحی:۴]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی، اپنے ملک اور اہل وعیال کو الوداع کہہ کر دوسری سرزمین اور دوسرے لوگوں کے پاس آئے تو اللہ نے انہیں دین کا علمبردار اور جنتی بنادیا:

﴿رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾

(اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور ان کے لیے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے)۔[سورۃ التوبۃ:۱۰۰]

سن 6 ہجری میں نبی اکرم ﷺ چودہ سو (1400) صحابۂ کرام کے ساتھ مکہ کے لیے روانہ ہوئے، حدیبیہ پہنچے تو مشرکین نے انہیں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، اور اس بات پر اتفاق ہوا کہ

مکہ اگلے سال آئیں، صحابہ کرام کو بڑی دلی کوفت ہوئی اور ان پر حزن وملال چھا گیا، کیوں کہ انہیں خانہ کعبہ کے قریب آنے کے بعد اس سے روک دیا گیا اور واپس لوٹنے کا حکم دے دیا گیا۔ انہوں نے اس سال مکہ داخل ہوئے بغیر رسول اللہ ﷺ کے واپس لوٹنے کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا، اگلے سال دوبارہ آئے، اللہ نے انہیں پچھلے سال کے توڑے ہوئے عمرہ کے بدلے عمرہ کا موقع فراہم کیا اور طاقت وعزت عطا کی، اب ان کی تعداد دس ہزار ہو گئی، عام الفتح میں بغیر جنگ وجدال کے مکہ میں داخل ہو گئے اور لوگ بھی اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے، نبی اکرم ﷺ نے کعبہ کے ارد گرد موجود تمام بتوں کو توڑ دیا اور اس دوران اس آیت کی تلاوت بھی کرتے رہے:

﴿جَآءَ ٱلۡحَقُّ وَزَهَقَ ٱلۡبَٰطِلُۚ إِنَّ ٱلۡبَٰطِلَ كَانَ زَهُوقٗا﴾

(حق آچکا اور ناحق نابود ہو گیا۔ یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا)۔[سورۃ الإسراء:۸۱]

اور پوری دنیا میں دین اسلام پھیل گیا۔

جو اپنی جوانی کو اللہ کی اطاعت وبندگی میں لگائے گا اور اپنے آپ کو خواہشات نفس اور محرمات سے روکے رکھے گا اسے اللہ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا۔

جس کا نفس اسے کسی ایسی عورت پر آمادہ کرے جو اس پر حرام ہے، لیکن اللہ کے خوف سے اسے چھوڑ دے تو اسے اللہ تعالی نیک بندوں کے ساتھ اپنے عرش کے سایہ کے نیچے جمع کرے گا، قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جو کسی حرام کام پر قادر ہو چکا ہو لیکن اسے صرف اللہ کے خوف سے چھوڑ دے تو اللہ اسے آخرت سے پہلے اسی دنیا میں اس سے بہتر چیز عطا کرے گا۔"

جو اپنی بصارت کھو چکا ہے، لیکن اس پر صبر کرتا ہے تو اللہ اسے آخرت میں ایسی نعمت عطا کرے گا جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: **"اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جس بندے کو میں نے اس کی دو محبوب چیزوں (آنکھوں) کی طرف سے آزمائش میں ڈالا اور اس نے صبر کیا تو اس کے عوض میں اسے جنت عطا کروں گا۔"** (احمد)۔

جسے یہ یقین ہو کہ اللہ نے اس کے لیے جو پسند کیا ہے وہی بہتر ہے، اس پر مصیبتیں ہلکی ہو جاتی ہیں، مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور اللہ کے لطف و کرم اور حسن اختیار پر بھروسہ کرتے ہوئے آزمائش کا اجر و ثواب اللہ کے پاس ذخیرہ کرتا ہے۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

﴿وَعَسَىٰٓ أَن تَكۡرَهُواْ شَيۡـٔٗا وَهُوَ خَيۡرٞ لَّكُمۡۖ
وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّواْ شَيۡـٔٗا وَهُوَ شَرّٞ لَّكُمۡۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾

(اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مضر ہو، اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)۔[سورۃ البقرۃ:۲۱۶]

اللہ تعالی قرآن کریم کو میرے اور آپ کے لیے بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، میں شان الٰہی کی تعظیم کے طور پر گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل و اولاد اور تمام صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

اے مسلمانو!

اللہ تعالی نے اپنے بعض بندوں کے لیے بلند ترین درجات لکھ رکھے ہیں، انہیں وہاں تک ان کے اعمال نہیں پہنچا سکتے، اس لیے اللہ انہیں مختلف آزمائشوں سے دوچار کرتا ہے تاکہ انہیں اتنا اجر و ثواب ملے جو انہیں ان کے بلند درجات و مقامات تک پہنچا دے، جو شخص مصیبت پر صبر کرتا ہے اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالہ کر دیتا ہے اللہ اسے رضا و یقین کی دولت سے نوازتا ہے اور اس کے انجام کو بہتر اور قابل تعریف بنا دیتا ہے، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی خواہش بہت زیادہ ہو اور اس کے ارتکاب کے لیے نفس بے تاب ہو لیکن انسان اس سے باز رہے تو اس کے چھوڑنے پر بہت زیادہ اجر ملتا ہے، اس سے بچنے کے لیے نفس سے لڑنے کا ثواب کئی گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے اور اسے اس چیز سے بہتر چیز عطا کی جاتی ہے۔

اخیر میں یہ جان لیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو اپنے نبی پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

مصائب پر صبر (1)

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شر اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ آپ پر اور آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر بے شمار درود وسلام نازل کرے۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہیں جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، تقویٰ سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔

مسلمانو!

اللہ نے تمام مخلوق کی تقدیریں اور زندگیاں مقدر فرمائیں، ان کے آثار و نقوش اور حرکات واعمال تحریر فرمائے، ان کے درمیان معیشت اور مال ودولت تقسیم کردی، موت اور زندگی کو اس لیے پیدا کیا کہ انہیں آزمائے کہ ان میں سے اچھے کام کون کرتا ہے، اللہ کی قضا وقدر پر ایمان لانا ایمان کا ایک اہم رکن ہے، روئے زمین میں جو بھی حرکات وسکنات ہو رہی ہیں وہ سب اللہ کی مشیت اور ارادے سے ہو رہی ہیں، کائنات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ کی تقدیر اور تخلیق کا نتیجہ ہے، دنیا مشقت اور رنج وغم سے بھری ہوئی ہے، دنیا کی تخلیق ہی مشقت اور خوف پر ہوئی ہے، دنیا میں پیش آنے والے فتنے اور آزمائشیں گرمی اور ٹھنڈی کی طرح ہیں جن سے بندے کو کوئی چھٹکارا ہے:

---

(1) یہ خطبہ ۵ محرم سنہ ۱۴۲۲ھ بروز جمعہ کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾

(اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک وپیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے)۔[سورۃ البقرۃ:۱۵۵]

آزمائش فیصلہ کن چیز ہے جس سے سچے اور جھوٹے میں تفریق ہو جاتی ہے:

﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ﴾

(کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟)۔[سورۃ العنکبوت:۲]

ابتلاء وآزمائش سے ہی نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، آزمائشیں ہی ظاہر کرتی ہیں کہ سچے مرد کون ہیں، ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جو شخص یہ چاہے کہ بغیر کسی آزمائش کے ہمیشہ سلامتی اور عافیت میں رہے، تو اس نے نہ تکلیف کا مطلب جانا اور نہ تسلیم کا معنی سمجھا۔" ہر نفس کو تکلیف کا مزہ چکھنا ہے، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، زندگی مشقتوں اور خطرات سے پر ہے، اس لیے کوئی شخص آزمائش اور تکلیف سے بچنے کی خواہش نہ کرے۔

انسان اپنی زندگی میں کبھی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے تو کبھی آزمائشوں کے گھیرے میں ہوتا ہے، آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا، پھر کچھ ہی وقت کے بعد آپ کو جنت سے نکال دیا گیا، مقصد اور آرزو کے برخلاف ہونا ہی آزمائش ہے، اور ہر شخص کو حتمی طور پر آزمائش کا تلخ مزہ چکھنا ہے، لیکن کسی کو کم تو کسی کو زیادہ، مومن کی آزمائش اس لیے ہوتی ہے تاکہ اسے پاک وصاف کیا جائے، نہ کہ اس لیے کہ اسے سزا سے دوچار کیا جائے، کبھی خوشی ومسرت کے عالم میں فتنوں کا سامنا ہوتا ہے تو کبھی تنگی اور غم کی حالت میں آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے:

﴿وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

(اور ہم ان کو خوش حالیوں اور بدحالیوں سے آزماتے رہے کہ شاید باز آجائیں)۔[سورۃ الأعراف:

۱۶۸]

کبھی ناپسندیدہ چیز بھی پسندیدہ چیز کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے اور کبھی پسندیدہ چیز بھی ناپسندیدہ چیز لے کر آتی ہے، اس لیے آپ اس بات سے مامون نہ رہیں کہ فرحت ومسرت آپ کے حزن وملال کا سبب بن جائے اور اس بات سے بھی مایوس نہ ہوں کہ حزن وملال آپ کی فرحت ومسرت کا سبب بن جائے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَعَسَىٰٓ أَن تَكۡرَهُواْ شَيۡـٔٗا وَهُوَ خَيۡرٞ لَّكُمۡۖ
وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّواْ شَيۡـٔٗا وَهُوَ شَرّٞ لَّكُمۡۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾

(ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بری جانو اور دراصل وہی تمہارے لیے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو، حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو، حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو)۔[سورۃ البقرۃ:۲۱۶]

مصیبت آنے سے پہلے اپنے آپ کو اس کے لیے تیار رکھیں، تاکہ اس کا سامنا کرنا آپ کے لیے آسان ہو جائے، مصیبت پر واویلا نہ کریں، کیوں کہ آزمائش کی مدت اللہ کے نزدیک محدود ہوتی ہے، زبان سے ناراضگی کا اظہار نہ کریں، کیوں کہ زبان سے نکلی ہوئی کچھ باتیں انسان کو تباہی کے دہانے تک پہنچا دیتی ہیں۔

سنجیدگی ومتانت کا حامل مومن وہ ہے جو بڑے بڑے مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے، نہ اس کا دل پھرتا ہے اور نہ اس کی زبان پر حرف شکایت آتا ہے، اپنے آپ سے مصیبت کا بوجھ کم کرنے کے لیے اجر وثواب اور معاملہ میں آسانی کا وعدہ یاد کریں، تاکہ بغیر شکوہ شکایت کے آزمائشیں دور ہو جائیں، عقلمندوں کا شیوہ رہا ہے کہ وہ مصائب کے وقت صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، تاکہ انہیں مصائب کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے مذاق اڑانے کی تکلیف بھی نہ اٹھانی پڑے، اگر دشمن کے سامنے آپ کی مصیبت ظاہر ہو گی تو وہ اس سے خوش ہو گا، مصائب اور دکھ درد کو چھپانا شریف لوگوں کا وتیرہ ہے، اس لیے آزمائش کے دکھ پر صبر کرتے رہیں، کیوں کہ بہت جلد ہی وہ زائل ہو جانے والا ہے، زیادہ سے زیادہ آپ کو کچھ

دنوں تک صبر کرنا پڑے گا، ہلاک ہونے والے صرف اس لیے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے صبر کا دامن چھوڑ دیا، اور صبر کرنے والوں کو بہترین اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے:

﴿وَلَنَجْزِيَنَّ ٱلَّذِينَ صَبَرُوٓا۟ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾

(اور صبر کرنے والوں کو ہم بھلے اعمال کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے)۔[سورۃ النحل:۹۶]

اور انہیں بڑھا چڑھا کر اجر و ثواب دیے جائیں گے:

﴿أُو۟لَٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا۟﴾

(یہ اپنے کیے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا دوہرا اجر و ثواب دیے جائیں گے)۔[سورۃ القصص:۵۴]

بلکہ بغیر حساب و کتاب کے انہیں اجر دیا جائے گا، اللہ ان کے ساتھ ہے، فتح و نصرت اور فراخی و کشادگی ان کے صبر کے ساتھ معلق ہے۔

اے آزمائش سے دو چار انسان! آپ کو آپ کے رب نے اس لیے محروم کیا ہے تاکہ آپ کو نوازے، اس لیے آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ آپ کو عافیت عطا کرے، اس لیے آپ کو امتحان میں مبتلا کیا ہے تاکہ آپ کو پاک و صاف کرے، اللہ تعالی نعمتوں کے ذریعہ آزماتا ہے اور آزمائش کے ذریعہ انعام کرتا ہے، چنانچہ اس رزق کی فکر میں اپنا وقت نہ ضائع کریں جس کی ضمانت آپ کے رب نے اپنے ذمہ لے رکھی ہی، جب تک زندگی باقی ہے تب تک روزی آتی رہے گی، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِى ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزْقُهَا﴾

(زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالی پر ہیں)۔[سورۃ ہود:٦]

اگر آپ کا رب اپنی حکمت کی بنا پر رزق کا کوئی دروازہ آپ کے سامنے بند کر دیتا ہے تو اپنی رحمت کی بنا پر اس سے زیادہ نفع بخش دروازہ آپ کے لیے کھول دیتا ہے۔

آزمائش کے ذریعہ اچھے لوگوں کا مقام و مرتبہ بلند ہوتا اور نیک لوگوں کا اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کن لوگوں پر آزمائشیں سخت ہوتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انبیاء پر، ان کے بعد نیک لوگوں پر،**

اوران کے بعد نیکی میں سب سے افضل آدمی پر، ہر آدمی کو اس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔ اگر کوئی دین میں مضبوط ہوگی تو اس پر ابتلا وامتحان سخت ہوگا اور اگر دین میں کمزوری ہوگی تو اسی کے مطابق (ہلکی) آزمائش ہوگی۔ آدمی پر آزمائشوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک وہ زمین پر اس حال میں چل رہا ہوتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا) (اسے احمد نے روایت کیا ہے)۔

آزمائش کی راہ ایک دشوار کن راہ ہے، اس راہ میں آدم کو تھکان لاحق ہوئی، خلیل کو آگ میں ڈالا گیا، اسماعیل کو ذبح کے لیے لٹایا گیا، یونس کو مچھلی کے شکم میں ڈالا گیا، بیماری نے ایوب کی کمر توڑ دی اور یوسف کو سستے دام میں بیچ دیا گیا، ان پر ظلم و ستم ڈھاتے ہوئے ان کو تاریک کنویں میں اور اس کے بعد قید خانے میں ڈالا گیا، اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قسم کی اذیتیں برداشت کیں۔

آپ بھی ابتلا و آزمائش کی راہ کے راہی ہیں، دنیا کسی کو بھی پوری طرح راس نہیں آئی خواہ وہ جس قدر بھی دنیا حاصل کر لیا ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **"اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و برکت کا ارادہ کرتا ہے اسے مصائب و آلام میں مبتلا کر دیتا ہے"** (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔ کسی عالم کا قول ہے: (جس کو اللہ تعالی جنت کے لیے پیدا کرتا ہے اسے ناپسندیدہ چیزیں لاحق ہوتی رہتی ہیں)۔

حقیقی مصیبت ہے دین کے معاملے میں مصیبت سے دوچار ہونا، اس کے علاوہ جو بھی مصائب ہیں وہ دراصل عافیت ہیں، ان کے ذریعہ درجات بلند ہوتے اور گناہ مٹتے ہیں، ہر وہ نعمت جو اللہ سے قریب نہ کرے وہ مصیبت ہے، مصیبت زدہ انسان وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے، اس لیے دنیا کی جو نعمت آپ سے فوت ہوگئی اس پر افسردہ نہ ہوں، دنیا نت نئی مصیبتوں سے عبارت ہے، اس کی باتیں باعثِ حزن وملال اور اس کی آمد باعثِ تفکر ہے، لوگ جس قدر دنیا کی فکر میں محو ہوتے ہیں اسی قدر دنیا میں ستائے جاتے ہیں، اس سے خوش ہونا دراصل اس پر غمزدہ ہونا ہے، اس کی تکلیفیں اس کی لذتوں سے جنم لیتی ہیں اور اس کے حزن وملال اس کے فرحت و مسرت سے پیدا ہوتے ہیں، ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اللہ کے نزدیک دنیا اتنی حقیر ہے کہ دنیا کے اندر ہی اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے اور دنیا کو ترک کرنے کے بعد ہی اس کی نعمت حاصل ہوتی ہے"۔

جو فوت ہو گیا اس پر افسردہ ہونے کے بجائے جو چیز آپ کے لیے زیادہ سود مند ہے، اس میں مصروف رہیں، جیسے کوئی کمی ہے تو اس کو دور کریں، کوئی لغزش ہوئی ہے تو اس پر معذرت کریں، یا اپنے پالنہار کے در پر حاضری دیں، آپ دیکھیں گے کہ کتنی آسانی اور سرعت کے ساتھ آپ کی مصیبت ٹل جاتی ہے، اگر مصیبت کی شدت نہ ہوتی تو راحت کی امید بھی نہ کی جاتی، لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے اپنے آپ کو مایوس رکھیں، آپ لوگوں میں سب سے مالدار بن جائیں گے، مایوس نہ ہوں کہ مایوسی رسوائی کا راستہ ہے، اپنے اوپر اللہ کی بیش بہا نعمتوں کو یاد کریں، تقدیر پر رضامندی کا اظہار کر کے حزن وملال کو دور کریں، کیوں کہ رات اگرچہ بے انتہا لمبی ہے لیکن صبحِ نَو ضرور نمودار ہوگی، غم کی انتہا ہی خوشی کی ابتدا ہے، زمانہ ایک حال پر برقرار نہیں رہتا، بلکہ ہر حالت کے بعد ایک دوسری حالت آتی ہے، ہر سختی (ایک وقت کے بعد) آسانی میں بدل جاتی ہے، مصیبتیں اگرچہ دوہری ہوں، پھر بھی آپ مایوس نہ ہوں، کیوں کہ ایک سختی دو آسانی پر غالب نہیں آسکتی، اللہ کے سامنے گریہ وزاری کریں، اللہ آپ کے سامنے فرحت وخوش حالی بکھیر دے گا، اللہ کی رسی کو تھامنے والا جو شخص بھی صبر کا جام نوش کرتا ہے، اسے کشادگی اور تنگی سے نجات مل کر رہتی ہے، یعقوب علیہ السلام کا فرزند جب گم ہو گیا اور گمشدگی کا عرصہ دراز ہو گیا تب بھی آپ فراخی وکشادگی سے مایوس نہیں ہوئے، اور جب آپ کا دوسرا بیٹا بھی آپ سے دور کر دیا گیا تب بھی یکتا وتنہا پروردگار سے آپ کی امید ختم نہیں ہوئی، بلکہ آپ نے فرمایا:

﴿فَصَبۡرٞ جَمِيلٌۖ عَسَى ٱللَّهُ أَن يَأۡتِيَنِي بِهِمۡ جَمِيعًا﴾

(اب صبر ہی بہتر ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالی ان سب کو میرے پاس ہی پہنچادے)۔[سورۃ یوسف: ۸۳]

تن تنہا ہمارے پروردگار کے لیے ہی ہر قسم کی حمد وثنا ہے اور اسی سے ہم شکایت کرتے ہیں، جب گردش زمانہ آپ کی مخالف ہو جائے اور آپ کے سامنے سارے راستے مسدود کر دیے جائیں تو مصیبت وآزمائش کو دور کرنے کی ساری امید صرف اللہ سے قائم رکھیں، جب رات کی گھنی تاریکی ہر سو چھا جائے اور شب دیجور اپنا سیاہ پردہ پھیلادے تو رات کی تاریکی میں آپ اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھائیں، گریہ

وزاری کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو بلند کریں اور کریم و سخی پروردگار کو پکاریں کہ آپ کی مصیبت دور کرے، آپ کا معاملہ آسان فرمائے، جب قوی امید اور دلجمعی کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تورد نہیں کی جاتی:

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ﴾

(بے کس کی پکار کو جبکہ وہ پکارے، کون قبول کرکے سختی کو دور کردیتا ہے)۔[سورۃ النمل:٦٢]

صرف قدرت والے پروردگار پر توکل اور بھروسہ کریں اور خشوع وانکساری سے معمور دل کے ساتھ اس سے لو لگائیں، وہ آپ کے سامنے دروازہ کھول دے گا، فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر آپ مخلوق سے اتنے مایوس ہو جائیں کہ ان سے کسی چیز کی خواہش نہ رکھیں تو آپ کا پروردگار آپ کو ہر وہ چیز دے گا جس کی آپ خواہش کریں گے"۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرا اور لخت جگر اسماعیل کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک نبی بن گئے اور اپنے اہل خانہ کو نماز اور زکاۃ کا حکم دینے لگے، یونس علیہ السلام بغیر کسی لباس و پوشاک کے چٹیل میدان میں بھی ضائع و برباد نہیں ہوئے، جو شخص اپنا معاملہ اپنے مولی کے سپرد کردیتا ہے وہ اپنے مقصد کو پالیتا ہے، مچھلی والے نبی (یونس) کی یہ دعا کثرت سے دہرایا کریں:

﴿لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَٰنَكَ إِنِّى كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾

(تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں ہو گیا)۔[سورۃ الأنبیاء: ٨٧]

علماء فرماتے ہیں: "مصیبت میں گھرا ہوا جو شخص بھی یہ دعا کرتا ہے، اللہ اس کی مصیبت دور کردیتا ہے"۔ ابن القیم رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: "یہ ایک آزمودہ نسخہ ہے کہ جو شخص بھی سات مرتبہ یہ دعا پڑھتا ہے: ﴿ربِّ إنِّي مَسَّنِيَ الضرُّ وأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِين﴾

(میرے پرودگار! مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) تو اللہ اس کی پریشانی دور کردیتا ہے"۔

آپ اللہ کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دیں، اسی سے امیدیں وابستہ رکھیں، سارے معاملات رحیم ومہربان پروردگار کے سپرد کردیں، اس سے فراخی اور آسانی کی دعا کریں، مخلوق سے بے تعلق ہو جائیں، قبولیت کے اوقات میں دعا کا اہتمام کریں، جیسے سجدے کی حالت اور رات کے آخری پہر میں، ابتلا وآزمائش کے وقت کو زیادہ دراز نہ سمجھیں اور دعا کرنے سے نہ اکتائیں، کیوں کہ ابتلا کے ذریعہ آپ کی آزمائش کی جاتی ہے، صبر اور دعا کے ذریعہ آپ عبادت کررہے ہوتے ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں گرچہ آزمائش کی مدت لمبی ہی کیوں نہ ہو، فراخی اور آسانی بہت قریب ہے، تمام دروازوں کو کھولنے والے (پروردگار) سے دعا کرتے رہیں کہ وہ بڑا کریم ومہربان ہے:

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ﴾

(اگر تجھ کو اللہ تعالی کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوائے اللہ تعالی کے اور کوئی نہیں)۔ [سورۃ الأنعام: ۱۷]

وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، زکریا علیہ السلام بڑھاپے کے انتہائی ضعف کو پہنچ گئے، اس کے بعد بھی ایسے فرزند سے نوازے گئے جو بافضیلت لوگوں کے سردار اور نبیوں میں سے تھے، ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد کی بشارت دی گئی جبکہ آپ کی زوجہ محترمہ ناامیدی سے کہہ رہی تھی:

﴿ءَأَلِدُ وَأَنَا۠ عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا﴾

(میرے ہاں اولاد کیسے ہوسکتی ہے میں خود بڑھیا اور یہ میرے خاوند بھی بہت بڑی عمر کے ہیں)۔ [سورۃ ہود: ۷۲]

اگر رزق ملنے میں تاخیر محسوس ہورہی ہو تو کثرت سے توبہ واستغفار کریں کیوں کہ گناہ سزا کا موجب ہوتا ہے، اگر دعا کی قبولیت کا اثر نہ دکھائی دے تو اپنے حالات کا جائزہ لیجیے، ممکن ہے کہ آپ سچے دل سے توبہ نہ کررہے ہوں، توبہ کی اصلاح کریں اور پھر گریہ وزاری کے ساتھ دعا کریں کہ اللہ فیاض وسخی سے بڑا کوئی سخی وفیاض نہیں، مسکینوں کی خبر گیری کرتے رہیں، کیوں کہ صدقہ سے ابتلا وآزمائش دور ہو جاتی ہے۔

اگر آپ کی آزمائش دور ہو جائے تو کثرت سے حمد وثنا بیان کریں اور جان رکھیں کہ عافیت وسلامتی پر اترانا ایک بہت بڑی آزمائش ہے، کیوں کہ سزا آنے میں تاخیر ہو سکتی ہے، اور عقلمند وہی ہے جو عاقبت اندیش ہو۔

ہمیشہ اللہ کی تقدیر، اس کی تخلیق اور تدبیر پر یقین رکھیں، اس کی آزمائش اور فیصلہ پر صبر کریں اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں)

﴿قُل لَّن يُصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَنَا هُوَ مَوۡلَىٰنَاۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ﴾

(آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں سوائے اللہ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کہ کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ ہمارا کارساز اور مولی ہے۔ مومنوں کو تو اللہ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے)۔[سورۃ التوبۃ:۵۱]

اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو قرآن مجید کی برکت سے نوازے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

مسلمانو!

حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، خوش بخت وہ ہے جو تقوی کو لازم پکڑے رہے، اگر مالداری وبے نیازی حاصل ہو تو تقوی اس میں نکھار پیدا کر دیتا ہے، اگر اسے فقیری ومحتاجگی لاحق ہو تو تقوی اسے بے نیاز کر دیتا ہے اور اگر وہ آزمائش سے دوچار ہو تو تقوی اس میں خوبصورتی پیدا کر دیتا ہے، اس لیے تقوی کو ہر حال میں لازم پکڑیں، اس کے نتیجے میں آپ کو تنگی کے وقت فراخی، بیماری کے وقت عافیت اور فقیری کے وقت بے نیازی نظر آئے گی۔

نہ تقدیر کو ٹالنے کا کوئی حیلہ ہے اور نہ اس چیز کو حاصل کرنے کا کوئی حیلہ ہے جو مقدر نہیں، مقدر رضا اور توکل کے حصار میں ہے، اللہ تعالی ہی تن تنہا ہر طرح کے اختیار اور تدبیر کا مالک ہے، اللہ کا بندے کے امور کی تدبیر کرنا بندے کا اپنی تدبیر خود کرنے سے بہتر ہے، اللہ تعالی اس کی ذات سے زیادہ اس پر مہربان ہے، داود بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مومن کے تقوی کی تین دلیلیں ہیں: جو نعمت حاصل نہیں ہوئی اس سلسلے میں بہترین توکل رکھنا، جو نعمت حاصل ہوئی اس پر اچھی طرح راضی رہنا، اور جو نعمت فوت ہوگئی اس پر صبر وشکیبائی سے کام لینا"۔

جو شخص اللہ کے اختیار پر راضی رہتا ہے اسے تقدیر تو لاحق ہوتی ہے لیکن اس حال میں کہ وہ قابل

ستائش، قابل شکر اور قابل رحم و کرم ہوتا ہے، اور اگر وہ راضی نہ ہو تو بھی تقدیر اسے لاحق ہوتی لیکن اس حال میں کہ وہ قابل مذمت اور نا قابل رحم و کرم ہوتا ہے، بہر صورت تقدیر سے فرار کی کوئی راہ نہیں، کسی حکیم سے دریافت کیا گیا: "مالداری کیا ہے ؟انہوں نے کہا: کم سے کم آرزو کرنا اور کفایتی چیز پر راضی رہنا"۔ شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بندے کو جو مصیبت بھی لاحق ہوتی ہے اس میں تین نعمتیں پنہاں ہوتی ہیں: وہ مصیبت اس کے دین کے سلسلے میں نہیں ہے، وہ مصیبت سابقہ مصیبت سے بڑی نہیں ہے، اور اگر وہ صبر سے کام لے تو (تیسری نعمت یہ کہ) اللہ نے اسے اس مصیبت پر صبر کرنے کے توفیق ارزانی کی"۔

اللہ کے بندو! اخیر میں اللہ کی تمام مخلوقات میں سب سے بہتر مخلوق محمد بن عبد اللہ پر درود و سلام بھیجیں کہ اللہ نے اپنے نبی پر درود و سلام بھیجنے کا آپ سب کو حکم دیا ہے...

مصیبت کے وقت ثابت قدمی (1)

بے شک ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دے نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر بے شمار درود وسلام نازل فرمائے۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو اللہ رب العالمین سے جس طرح ڈرنا چاہیئے اسی طرح ڈرو، اور جلوت وخلوت میں اس کی نگرانی کا احساس اپنے دل میں تازہ رکھو۔

اے مسلمانو!

اللہ رب العالمین نے ہر چیز کی تقدیر اور عمر لکھ دی ہے اور لوگوں کے اعمال وافعال کو درج کر دیا ہے، آسمان وزمین اور موت وحیات کو ابتلا وآزمائش کے لیے پیدا کیا ہے، اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿وَهُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرۡشُهُۥ عَلَى ٱلۡمَآءِ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلًا﴾

(اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے)۔ [سورۃ ہود:۷]

دنیا مصائب ومشکلات سے گھری ہوئی ہے، یہ بھوک میں مبتلا ہے تو دوسرا خوف میں، جبکہ کچھ

(1) یہ خطبہ 26 محرم 1430ھ کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

لوگوں کو جان ومال میں کمی کرکے آزمایا جاتا ہے۔

آزمائشیں زمان ومکان، عمر اور جنس نہیں دیکھتی ہیں، اللہ تعالیٰ عزیز وبرتر ہے:

﴿وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾

(ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤگے)۔[سورۃ الأنبیاء:۳۵]

اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، مومن مصائب ومشکلات کے وقت ثابت قدم رہتا ہے، آزمائشیں اسے ٹس سے مس نہیں کرسکتیں، قضاوقدر پر ہمیشہ اس کا ایمان ہوتا ہے، اپنے سارے معاملات کو اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کے حوالے کردیتا ہے۔

ابتلا وآزمائش عظیم لوگوں کی راہ ہے، نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ آزمائش کس کے ساتھ ہوتی ہے؟ توآپ نے فرمایا: **"انبیاء کرام، پھر صالحین، اوران کے بعد نیکی میں سب سے افضل آدمی پر، آدمی کواس کے دین کے حساب سے آزمایا جاتا ہے، اگردین کے معاملے میں مضبوط ہے توآزمائش زیادہ ہوتی ہے، لیکن اگر دین میں کچھ کمزوری ہے توآزمائش بھی کم ہوتی ہے"**۔

مومن کی آزمائش صرف اس لیے ہوتی ہے تاکہ اس کے درجات بلند ہوں اوراس کے اجر وثواب میں اضافہ ہو، نبی ﷺ نے فرمایا: **"آدمی کے ساتھ آزمائش لگی رہتی ہے یہاں تک کہ بندہ روئے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا"**۔(اسے احمد نے روایت کیا ہے)، ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ابتلا وآزمائش کی قدر ومنزلت اس وقت سمجھ میں آئے گی جب بروز قیامت اس سے پردہ اٹھایا جائے گا"۔

ایک مسلمان ہمیشہ طاقت ور اور بڑا بن کر زندہ رہتا ہے، آزمائش سے وہ گھبراتا اور ٹوٹتا نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: **"مومن کی مثال پودے کی سب سے پہلی نکلی ہوئی ہری شاخ جیسی ہے کہ ہوا اسے کبھی جھکا دیتی ہے اور کبھی برابر کردیتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے کہ وہ سیدھا ہی کھڑا رہتا ہے اور آخر ایک جھوکے میں کبھی اکھڑ ہی جاتا ہے۔"** یعنی: یہ دیکھنے میں مضبوط لگتا ہے، لیکن حقیقت

میں کمزور ہوتا ہے، ایک ہی بار میں اکھڑ جاتا ہے۔(متفق علیہ)۔

انبیائے کرام کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ وہ آزمائش کے وقت ڈٹے رہتے تھے، مصائب ومشکلات میں دین پر ثابت قدم رہتے تھے، نبی ﷺ اللہ رب العالمین سے دعا کرتے تھے: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الأَمْرِ، والعزِيمَةَ علَى الرُّشْدِ»(اے اللہ ہر معاملے میں تو مجھے ثابت قدمی اور نیکی کے کام میں حوصلہ عطا فرما۔)(اسے نسائی نے روایت کیا ہے)۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا تو ان کے دشمنوں نے کہا:

﴿فَأْتُوا۟ بِهِۦ عَلَىٰٓ أَعْيُنِ ٱلنَّاسِ﴾

(اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ)۔[سورۃ الأنبیاء:٦١]

تاکہ ہم ان کو جو سزا دیں اسے لوگ دیکھیں، لیکن ابراہیم علیہ السلام ذرہ برابر بھی ان سے نہیں ڈرے، بلکہ کہا:

﴿أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ﴾

(تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو)۔[سورۃ الأنبیاء:٦٧]

ان لوگوں نے یہ دھمکی دی کہ ہم تمہیں آگ میں جلا دیں گے، ان کی اس بات سے ابراہیم علیہ السلام کا یقین اللہ رب العالمین پر اور زیادہ ہو گیا۔ اور کہا:

﴿رَبِّ هَبْ لِى مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ﴾

(اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما)۔[سورۃ الصافات:١٠٠]

تو اللہ رب العالمین نے انہیں ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی، اور جب ان کے والد نے ان سے کہا:

﴿يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ﴾

(اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا)۔[سورۃ مریم:٤٦]

تو دعوت کے معاملے میں کمزور نہیں پڑے اور کہا:

﴿سَلَٰمٌ عَلَيۡكَۖ سَأَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّيٓۖ إِنَّهُۥ كَانَ بِي حَفِيّٗا﴾

(اچھا تم پر سلام ہو میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا، وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے)۔[سورۃ مریم:۴۷]

یوسف علیہ السلام جب جیل میں تھے تو غم و پریشانی نے انہیں دعوت توحید سے نہیں روکا:

﴿يَٰصَٰحِبَيِ ٱلسِّجۡنِ ءَأَرۡبَابٞ مُّتَفَرِّقُونَ خَيۡرٌ أَمِ ٱللَّهُ ٱلۡوَٰحِدُ ٱلۡقَهَّارُ﴾

(اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقت ور؟)۔[سورۃ یوسف:۳۹]

اور لوط علیہ السلام کی قوم نے جب ان سے کہا:

﴿لَئِن لَّمۡ تَنتَهِ يَٰلُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡمُخۡرَجِينَ﴾

(اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً نکال دیا جائے گا)۔[سورۃ الشعراء:۱۶۷]

تو انہوں نے پوری قوت سے انہیں جواب دیا:

﴿إِنِّي لِعَمَلِكُم مِّنَ ٱلۡقَالِينَ﴾

(میں تمہارے کام سے سخت ناخوش ہوں)۔[سورۃ الشعراء:۱۴۷]

یعنی (تمہارے کام کو) ناپسند کرتا ہوں۔

اور شعیب علیہ السلام کو لوگوں نے یہ دھمکی دی کہ اگر انہوں نے ان کے دین کو نہیں مانا تو انہیں شہر بدر کر دیا جائے گا تو شعیب علیہ السلام نے ان کو جواب دیا:

﴿قَدِ ٱفۡتَرَيۡنَا عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا إِنۡ عُدۡنَا فِي مِلَّتِكُم بَعۡدَ إِذۡ نَجَّىٰنَا ٱللَّهُ مِنۡهَا﴾

(ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے اگر ہم تمہارے دین میں آجائیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی)۔[سورۃ الأعراف:۸۹]

اور یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے تو غم و پریشانی رب سے ان کے تعلق کو نہیں توڑ

سکی، بلکہ توحید کا واسطہ دے کر انھوں نے اپنے رب کو پکارا:

﴿لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾

(الٰہی تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں ہو گیا)۔[سورۃ الأنبیاء: ۸۷]

اور فرعون نے جب موسیٰ علیہ السلام پر جنون و دیوانگی کی تہمت لگائی اور کہا:

﴿إِنَّ رَسُولَكُمُ ٱلَّذِيٓ أُرۡسِلَ إِلَيۡكُمۡ لَمَجۡنُونٞ﴾

(لوگو! تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو یقیناً دیوانہ ہے)۔[سورۃ الشعراء: ۲۷]

تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کی بات پر توجہ ہی نہیں دی بلکہ توحید کی دعوت دیتے رہے، اور کہا کہ میرا رب تو وہ ہے:

﴿رَبُّ ٱلۡمَشۡرِقِ وَٱلۡمَغۡرِبِ وَمَا بَيۡنَهُمَآۖ إِن كُنتُمۡ تَعۡقِلُونَ﴾

(جو مشرق و مغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو)۔[سورۃ الشعراء: ۲۸]

اور جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب کرنے کے لیے اپنے جادوگروں کو جمع کیا تو کہا:

﴿قَالَ مَوۡعِدُكُمۡ يَوۡمُ ٱلزِّينَةِ﴾

(موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ زینت اور جشن کے دن کا وعدہ ہے)۔[سورۃ طٰہٰ: ۵۹]

یعنی عید کے دن، تاکہ سارے لوگ ہمیں دیکھیں، اور یہ منظر خوفناک تھا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا اور ان کو یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ لوگ ضرور شکست کھائیں گے:

﴿أَلۡقُواْ مَآ أَنتُم مُّلۡقُونَ﴾

(ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو)۔[سورۃ الشعراء: ۴۳]

اور جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیا اور جنگ کرنے سے پیچھے ہٹنے لگے اور کہا:

﴿فَٱذۡهَبۡ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَٰتِلَآ إِنَّا هَٰهُنَا قَٰعِدُونَ﴾

(تم اور تمہارا پروردگار جاکر دونوں ہی لڑ بھڑ لو، ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں)۔[سورۃ المائدۃ:۲۴]

تو موسی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل سے پیچھے نہیں ہٹے بلکہ آپ نے اپنے ماننے والوں کے ساتھ مل کر جنگیں لڑیں اور اللہ رب العزت نے ان کی مدد بھی کی، جب موسی علیہ السلام مصر سے نکلے تو فرعون نے ان کا پیچھا کیا، تو دیکھا کہ سمندر آگے ہے اور فرعون ان کے پیچھے:

﴿قَالَ أَصۡحَٰبُ مُوسَىٰٓ إِنَّا لَمُدۡرَكُونَ﴾

(موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا، ہم تو یقیناً پکڑ لیے گئے)۔[سورۃ الشعراء:۶۱]

تو موسی علیہ السلام نے اللہ پر پختہ اور مکمل ایمان رکھتے ہوئے کہا:

﴿كَلَّآۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهۡدِينِ﴾

(ہر گز نہیں یقین مانو، میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا)۔[سورۃ الشعراء:۶۲]

اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو مکہ کی ایک گھاٹی میں تین سال محبوس رکھا گیا، اس کے باوجود بھی آپ دعوت سے پیچھے نہیں ہٹے، ان لوگوں نے آپ کا مذاق اڑایا اور کہا کہ یہ تو جادوگر، جھوٹا، اور پاگل ہے، تو آپ ﷺ نے ان سے اعراض کیا، ان لوگوں نے آپ کو مکہ سے بھی نکال دیا:

﴿إِذۡ أَخۡرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ثَانِيَ ٱثۡنَيۡنِ﴾

(اس وقت جب کہ انہیں کافروں نے دیس سے نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جبکہ وہ غار میں تھے)۔[سورۃ التوبۃ:۴۰]

تو آپ ﷺ نے اپنے رب کی رسالت کو دوسرے شہر میں جاکر مکمل کیا۔

آپ ﷺ نے جنگ بدر میں مشرکین کی کثرت کو دیکھ کر کہا: مجھے ان لوگوں کی ہزیمت کی جگہ دکھائی گئی ہے، جنگ احد میں مسلمان شکست کھا گئے، پھر بھی آپ خیبر جنگ کے لیے نکلے، جنگ خندق میں (کافروں کی) فوجیں آپ کے خلاف متحد ہو گئیں، پھر بھی آپ فتح مکہ کے لیے نکلے، آپ نے غزوہ خندق کے بعد کہا: "**اب ہم ان سے جنگ کر سکتے ہیں اور وہ لوگ ہم سے نہیں کر سکتے۔**" (اسے بخاری

نے روایت کیا ہے)، جنگ حنین میں مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، پھر بھی آپ نے تبوک میں رومیوں سے جنگ کی۔

آپ کے دانت ٹوٹ گئے، آپ کا سر زخمی ہو گیا، آپ کے چہرے سے خون نکلنے لگا، یہودیوں نے آپ کے اوپر جادو کر دیا، آپ کو زہر بھی دیا گیا، آپ بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھنے پر بھی مجبور ہوئے، آپ کے گھر والوں پر زنا کی تہمت بھی لگائی گئی، آپ کے چھ بچے بھی انتقال کر گئے، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی کوئی اولاد نہیں بچی، ان مصیبتوں کے باوجود بھی آپ لوگوں کو علم وہدایت سے سیراب کرتے رہے۔

اللہ رب العالمین نے رسولوں کے صبر اور حوصلے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَجَعَلْنَٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾

(اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے)۔[سورۃ الأنبیاء:۷۳]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے گھروں سے نکالا گیا، شہر بدری انہیں نصرت دین سے نہیں باز نہیں رکھ سکی، اللہ رب العالمین نے کیسر وقصری کے خزانے ان کے ہاتھوں میں لا کر رکھ دیا، جنگ خندق میں انہیں ٹھنڈ اور بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ مارے ڈر کے کلیجہ منہ کو آجائے گا، اس کے باوجود بھی انہوں نے دین کی سربلندی کے خاطر اس پر صبر کیا۔

سب سے بڑی مصیبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس وقت ہوئی جب آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا، دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں آپ کی وفات کا غم بھی رکاوٹ نہیں بنا بلکہ وہ نبی کریم ﷺ کے طریقے پر گامزن رہے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ کو روانہ کیا، مرتدین اور مانعین زکاۃ سے قتال کیا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو سربلند کیا اور سارے دین پر غالب فرمایا۔

اے مسلمانو!

اللہ رب العالمین کا دین مضبوط ہے، اللہ رب العالمین اپنے دین اور اس کے ماننے والوں کی مدد فرماتا

ہے، اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿كَتَبَ ٱللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا۠ وَرُسُلِىٓ﴾

(اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بے شک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے)۔[سورۃ المجادلۃ:۲۱]

اگر کسی زمانے میں مسلمان کمزور پڑ گئے تو دین اسلام پر عمل پیرا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد فرمائے گا:

﴿إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ﴾

(گر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا)۔[سورۃ محمد:۷]

اگر کسی جگہ مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو یاد رکھو کہ وہ شکست کے باوجود بھی غالب ہیں، مومن کی ہلکی اور وقتی ہوتی ہے لیکن کافر کی آزمائش سخت اور دائمی ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَنتُمُ ٱلْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾

(تم نہ سستی کرو اور نہ غمگیں ہو، تم ہی غالب رہوگے، اگر تم ایمان دار ہو)۔[سورۃ آل عمران:۱۳۹]

کافر کمزوروں پر فتحیاب ہو کر خوش ہوتے ہیں، حالانکہ یہ ان کے لیے عار کی بات ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحَآدُّونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُو۟لَٰٓئِكَ فِى ٱلْأَذَلِّينَ﴾

(بے شک اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں)۔[سورۃ المجادلۃ:۲۰]

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مومنوں کی عزت و نصرت کے مقابلے میں کافروں کی عزت اور نصرت بہت کم ہے، ان کی فتح اور نصرت حقیقت میں ذلت و رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ہے گرچہ ظاہر میں کچھ اور ہی معلوم ہو"۔

اللہ رب العالمین کافروں کو ظلم و زیادتی کرنے میں ڈھیل اس لیے دے رہا ہے تاکہ اس کے گناہ اور عذاب میں اضافہ ہو۔

أعوذ باللّٰہ من الشَّیطان الرَّجیم

(میں شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں)۔

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓاْ إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾

(اور کافر لوگ ہماری دی ہوئی مہلت کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں، یہ مہلت تو اس لیے ہے کہ وہ گناہوں میں اور بڑھ جائیں، ان ہی کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے)۔[سورۃ آل عمران:۱۷۸]

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قرآن مجید کی برکتوں سے نوازے...

دوسرا خطبہ

اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق اور انعامات پر، شان الٰہی کی تعظیم کے طور پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلاۃ کے بعد،

اے مسلمانو!

دشمنوں کے ذریعے جو آزمائشیں ہوتی ہیں وہ اس لیے تاکہ ثواب میں اضافہ اور ایمان میں نکھار پیدا ہو، گناہوں کا کفارہ ہو، اور مسلمانوں کو) شہادت نصیب ہو، دین کی سربلندی ہو، مسلمان اللہ رب العالمین کی طرف پلٹے اور دشمنان دین کے مکروفریب کا پردہ فاش ہو۔

مسلمانوں کو جو بھی پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں وہ اس لیے تاکہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں، اپنے نفس کا محاسبہ کریں، اللہ رب العالمین کی طرف پلٹیں، اس کے اوامر کی بجاآوری کریں، کمزوری اور اختلاف کے اسباب کو دور کریں اور اللہ رب العالمین سے مدد طلب کریں۔

اخیر میں یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے...

فہرست عناوین

پیش لفظ 5

اللہ پر ایمان لانے کا بیان 7

اپنے رب کی معرفت 9

اللہ کا خوف 21

فرشتوں پر ایمان لانے کا بیان 35

فرشتوں پر ایمان 37

کتابوں پر ایمان لانے کا بیان 45

قرآن عظیم 47

قرآن کی عظمت 54

رسولوں پر ایمان لانے کا بیان 71

انبیا ورسل 73

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق 82

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری 93

آخرت کے دن پر ایمان لانے کا بیان 105

قیامت کی علامتیں 107

مسیح الدجال 119

یوم آخرت: بدلہ کا دن 128

قیامت کی ہولناکیاں 137

قضاوقدر پر ایمان لانے کا بیان 147

توکل 149

اللہ سے حسن ظن رکھنا 164

اللہ کے فیصلے ہی میں اچھائی و بہتری ہے 179

مصائب پر صبر 190

مصیبت کے وقت ثابت قدمی 201

فہرست عناوین 211

مؤسسة طالب العلم للنشر والتوزيع

00966506090448

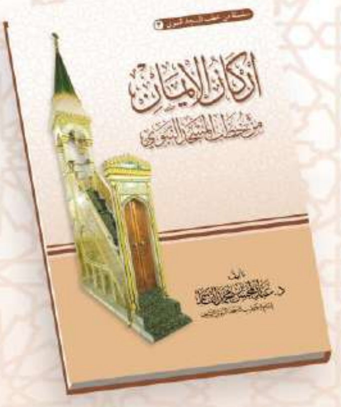

ہماری ریلیز کی

خطبات مسجد نبوی کی روشنی میں

عقیدۂ توحید

ارکان اسلام

نبی اکرم ﷺ
اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

آداب واخلاق